THE CRUCIFIXION.

(IN VERSE).

ذکرِ مصلوبؑ

(مسدّس)

منظومہ

منشی کیدارناتھ صاحب منّت سکنہ گھنراجپوری

جسکو

ایف۔ ایم۔ نجم الدین اختر

نے

کلیسیائے ہند کے فائدہ کے لئے "النور منزل" ساندہ روڈ۔ لاہور

سے شائع کیا۔

سنہ ۱۹۲۸ء

۴ر

بار اول

نذر

مَیں اِس ولولہ انگیز اور ہنگامہ خیز نظم کو پنجابی کلیسیا کے
شاعرِ بے نظیر و ناثرِ دلپذیر
مولوی نصیر الدین صاحب نصیرؔ دکرنالوی، مرحوم
کی مقدّس یادگار میں
کلیسیائے ہند کی نذر کرتا ہُوں۔

اخترؔ

ذکرِ مصلوبؑ

از

منشی کیدارناتھ منتؔ سکسینہ بھٹراجپوری

دیباچہ

ان صفحات میں ہم ناظرین کی ادبی ضیافت اور روحانی سرور کے لئے خداوند مسیح کی مصلوبیت کا دردناک بیان نظم کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ جو منشی کیدار ناتھ منت کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ ہم جنابِ منت کے بیحد مرہونِ منت ہیں کہ انہوں نے یہ گرانقدر خدمت انجام دی۔ تاریخی واقعات کو نظم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ لیکن اس مشکل مرحلہ کو جس خوش اسلوبی سے منشی صاحب موصوف نے طے کیا ہے۔ اس سے ان کی قادرالکلامی اور شاعرانہ قابلیت کے ساتھ اُس عشق کا پتہ چلتا ہے جو اُنہیں حضور مسیح کے ساتھ ہے۔

نظم بہت ہی پاکیزہ ہے بعض بند تو ایسے ہیں کہ انسان سُنتا ہے اور سر دُھنتا ہے۔ پھر سُنتا اور سر دُھنتا ہے اور رُوحانی کیف میں ازخود رفتہ ہو جاتا ہے حضرت منت ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اور وہ ہرگز کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ میری دانست میں یہ نظم اُن کا "شاہکار" ہے۔ بندشیں چُست۔ ترکیبیں دُرست اور کلام میں آمد اور روانی۔ گویا دریائے سخن ہے کہ بہتا چلا جاتا ہے اور دوسروں کو اپنے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے۔ ستم ہے جو مسیحی اس کی قدر نہ کریں اور غضب ہے اگر اب بھی وہ داد نہ دیں۔

دوستو! اِن جواہراتِ ادبی کی قدر کرو۔ اور اِنہیں اپنا حرزِ جان بناؤ۔ ترنم میں پڑھو اور لَے میں گاؤ۔ خود سنو اَوروں کو سناؤ۔ اور اس کی وجدانی لہروں میں ڈوب جاؤ۔ کھو جاؤ۔ مٹ جاؤ۔ محو ہو جاؤ۔

خواجہ

خداوند کی توریت کامل ہے کہ دل کی پھیرنے والی ہے۔

زبور ۱۹ : ۷

ذکرِ مصلوب

مُسدّس ۳

شہر میں غُل ہے سحر سے کہ سواری آئی
ہٹ چلو راہ گذر سے کہ سواری آئی
ابنِ داؤد خداوند کے نام آتا ہے
دیکھ اے دیدۂ مُشتاق ذرا زیرِ فلک
نوجواں ہیں یہ جلو میں کہ پریزادِ ملک
بنتِ صیّون شہنشاہ ترا آتا ہے

دیکھ لو دیدۂ بر سے کہ سواری آئی
کہدو ہر فردِ بشر سے کہ سواری آئی
اُس کو ہوشعنا ہو برکت کا پیام آتا ہے
کھول کر آنکھ سواری کی چمک اور بھڑک
نور ہی نُور سما سے ہے گھِرا تا بہ سَمَک
خاکساری سے ہوا خواہ ترا آتا ہے

۳ ڈالیاں سبز کھجوروں کی ہیں ہاتھوں میں علم — ہے نرالی لچک اُن کی عجب انداز کا خم
موج پر اُن کی جھکے جاتے ہیں تسلیم کو ہم — پتیاں مل کے بنا لیتی ہیں باہم پرچم
پیشوائی کے لئے آئے ہیں شجر فوج کی فوج — نذریں دیتے ہوئے آتے ہیں نظر فوج کی فوج

۴ عقبِ شاہِ دو عالم ہے رواں جمِ غفیر — نوجوانوں سے بڑھا جاتے ہیں شوق میں پیر
مست صہبائے تقدم ہیں صغیر اور کبیر — ہے فقیروں کی تمنا کہ امیروں میں ہوں میر
دسترس کی ہے ہوس بڑھ کے قدم لے آگے — جان کہتی ہے رسائی سے کہ دم لے آگے

۵ راہ پر ہے شجرِ سبز کی شاخوں کی بہار — پھول پتی کی ہے بافرش پہ مخمل کے ابھار
پا بچھی ہے ہرے دھانوں کی یہ پودوں کی قطار — اس پہ پیروزہ تصدق ہے زمرد ہے نثار
سبز رنگی بہ خطِ سبز مسیحائے من است — این رہِ آمدِ محبوبِ دل آرائے من است

۶ خیر مقدم کے لئے جوشِ مسرت میں بشر — دیکھو جامہ سے ہوئے جاتے ہیں کیسے باہر
اپنی پوشاک بچھاتے ہیں بنا کر چادر — گردِ آلودِ سواری کا قدم ہو نہ مگر
لوگ جھک جھک کے جو تسلیم بجا لاتے ہیں — زیرِ پا فرش کی مانند بچھے جاتے ہیں

۷ آمدِ شاہِ دو عالم میں ہیں سب چشم براہ — ہر طرف دوڑتی ہے مردمِ دیدہ کی نگاہ
ایک ہے عینِ مسرت میں سپید اور سیاہ — آنکھ بھر دیکھ لیں یہ مردمِ بینا کی ہے چاہ
خمِ ابرو کا اشارہ ہے کہ جھک کر دیکھیں — دور کر دیدہ نہ پاتے ہو تو رک کر دیکھیں

۸ وہ مبارک ہیں جن آنکھوں نے یہ جلوا دیکھا — نطق ہوتا تو بتا دیتیں کہ کیا کیا دیکھا
کیا یہ کم ہے کہ جلو میں شہِ والا دیکھا — اور نظارہ بھی ان آنکھوں نے دیکھا دیکھا
اے زباں کاش کہ ملتی تجھے بینائی بھی — تب تجھے کام آتی تری طاقتِ گویائی بھی

شہر میں شور ہے تو اطراف و جوانب میں ہے شور — شپرۂ چشم فریسی ہیں یہاں موشکِ کور
کھا کے بل اینٹھے ہیں خاص نہیں عام یہ پُور — کیوں نہ کُن آنکھوں سے دیکھیں کہ گھسا دل میں ہے چور
اُن کو منظور نظر جنبشِ مسیحانہ نہیں — رشک سے کیا دل حسّاد سیہ خانہ نہیں
ہے اسی چہرہ کا خورشیدِ جہانتاب میں نُور — تیرگی و سرگی ہوتی ہے اسی نُور سے دُور
ہے سراپا نے دو عالم بھی اسی سے معمُور — دامنِ وادیٔ ایمن میں یہ ہے شعلۂ طُور
اس کی تو ایسے ہے فانُوس بدن میں رَوشن — شام کو جیسے کہ ہو شمع لگن میں رَوشن
رُوئے پُر نُور پہ ہے زُلفِ سیہ فام عجیب — روزِ روشن میں بچھایا ہے مگر دام عجیب
رُخ تو ہے صبح عجب زُلف بھی ہے شام عجیب — ایک جا جمع ہیں وہ صنعتِ ایہام عجیب
ہو گئے خطِ اُفق میں یہ شب و روز بہم — خویش و بیگانہ ہیں یا یہ شرف اندوز بہم
ماہِ یک ہفتہ خداوند کی پیشانی ہے — ہِل کے دو ہفتہ یہی چہرۂ نُورانی ہے
صفحہ وہ یہ ورقِ مُصحفِ یزدانی ہے — اِس میں جو بات رقم ہے وہی پیش آنی ہے
یہ خُداوند کی مرضی ہے کلامِ حق ہے — اِس کے ہر لفظ میں محفوظ پیامِ حق ہے
گو تھی توریت و زبُور اور صحیفوں پہ نظر — ان فریسیوں کی ہر شام و سحر آٹھ پہر
تو بھی اس علمِ لُدنّی کی نہ تھی اُن کو خبر — تھے خط و خال میں سب پیش مد و زیر و زبر
اِس تقدم میں جو بچّوں کی صدا گونج گئی — وہ سماں سے جب اُٹھی تا بہ سما گونج گئی
سنتے جو اس نورِ تقدم سے فریسی بیزار — تھا گُل ناصرت ان باغیوں کی آنکھ میں خار
ابنِ داؤد کو ہوشعنا کی سُن سُن کے پُکار — حسد و رشک بڑھا ضبط گھٹا آخرِ کار
آ خداوند سے سب کہنے لگے رو کر انہیں — حق نہیں بولتے یہ حق میں ترے ٹوک انہیں

۱۵ یہ تو آبا کی تمنا تھی بزرگوں کی اُمید   یہی آدم کا تھا مژدہ یہی حوا کی نوید
اِس پہ موقوف تھا ہر رنگ سیہ ہو کہ سپید   تھا رہائی کا بھی پوشیدہ اِسی راز میں بھید
اُس کی آمد کا اُلٹنے کو ورق بھول گئے   رٹتے طوطے کی طرح کیوں یہ سبق بھول گئے

۱۶ معترض گو کہ فریسی تھے بصد رنج و عتاب   اُچھلے کودے وہ بہت پایا جو برجستہ جواب
کیسے تم پڑھتے ہو اب کھول کے دیکھو تو کتاب   کس سے کیا کہتی ہے کیا کرتی ہے کس سے وہ خطاب
تم ہو عاجز وہ کی اعجاز نمائی میں نے   شیر خواروں ہی سے تعریف کرائی میں نے

۱۷ تم فریسی تھے فراست سے سراپا معمور   تم میں اصحابِ خرد تم میں تھے اربابِ شعور
تم کو لازم تھا تم اِس حیثیت سے ہوتے مسرور   اس کے برعکس لگے روکنے تب ہی یہ ضرور
یہ اگر چپ ہوا تو اغلب ہے کہ چلائیں حجر   دہن و نطق و لب و کام و زباں پائیں حجر

۱۸ بحرِ یردن کے کنارے بہ لبِ بہر واں   تھی ایک آواز بیابان میں یوں برق فشاں
نقش بر آب ہے سمجھتا نہیں پانی پہ نشاں   ابراہام اصل میں ہے والدِ اہلِ ایماں
قدرتِ حق ہے عقیمہ کا گھر آباد بھی ہو   پتھروں سے بھی چاہے وہ تو اولاد بھی ہو

۱۹ مار زاد مار پسر مارِ کہن کے فرزند   قابلِ توبہ نہ دیں پھل تو درِ توبہ ہے بند
بھاگ جانے کی بھلا کس نے انہیں دی ہے یہ پند   آنے والا غضب آئے تو نہ پہنچائے گزند
شجرِ بے ثمر اِس باغ میں رہنے کا نہیں   کاٹ کر آگ میں جھونکیں کوئی کہنے کا نہیں

۲۰ سامنے دیکھ لو وہ برۂ حق آتا ہے   یہی دنیا کے گنہ لاد کے لے جاتا ہے
کھولتا ہے وہ منہ اپنا نہ وہ چلاتا ہے   کون اِس کے لئے غم کھاتا ہے۔ سمجھتا ہے
مجھ میں اتنی بھی لیاقت نہیں سچ سچ بولوں   اس کی پاپوش کا تسمہ جو میں جھک کر کھولوں

میں تو پانی سے تمہیں دیتا ہوں بپتسمہ مگر دے وہ بپتسمہ تمہیں رُوح قدس سے آکر
وہ مرا آقا ہے اور میں تو ہوں اُس کا نوکر سب کا افسر ہے وہ اُس کا نہیں کوئی ہمسر
مجھ سے بپتسمہ جو پانے کے لئے آیا ہے رُتبہ خادم کا بڑھانے کے لئے آیا ہے
پا کے بپتسمہ وہ یردن سے جو باہر نکلے ایسے نکلے کہ صدف سے کوئی گوہر نکلے
راستبازی کی الف بے تے ثے پڑھکر نکلے یہ ہے آغاز تو انجام بھی بہتر نکلے
آسماں اُن پہ کُشادہ جو ہوا در کی طرح آگیا رُوحِ قدس اُڑ کے کبوتر کی طرح
عزم کا ٹھاٹھ دُرستی پہ ارادہ کا تھا ساز باپ تھا زمزمہ پرداز پسِ پردۂ راز
میرا بیٹا یہ پیارا ہے بر آئی آواز اس سے میں خوش ہوں پسند اس کے ہیں مجھکو انداز
ابتدا اپنی جو ہوئی تھی تو بیاباں میں گیا امتحاں دینے کو ویرانۂ شیطاں میں گیا
گئے چالیس دِن اور رات جو روزہ میں گذر ممتحن آگیا چالیسویں دِن کس کے کمر
بھوک ہے باعثِ صد لغزشِ افرادِ بشر شاکر و صابر و قانع کو بھی عارض ہو خطر
مردِ حق ناں ندہد در کفِ جاں اندیشد ملحدِ گرسنہ کے از رمضاں اندیشد
جب کے چالیس دن اور رات نہ کھایا نہ پیا بُوند پانی کی نہ دانہ تھا کوئی مُنہ میں دیا
امتحاں بھوک کا ابلیس نے تب آکے لیا گو کہ کمزور تھے پر زور مگر پاس کیا
تُو ہے گر ابنِ حق اعجاز سے کھالے روٹی بھوکوں کیوں مرتا ہے پتھر سے بنالے روٹی
سالِ اوّل تھا خداوند کا آغاز تھا کام منحصر تھا اسی آغاز پہ سارا انجام
آپ کرسکتے تھے اعجاز سے تکمیل مرام بات سچ تھی مگر ابلیس کے مُنہ سے تھا کلام
آپ پتھر سے بنا سکتے تھے بیشک روٹی جان کا دیتی مگر ساتھ یہ کب تک روٹی

کیا ہے روٹی اسے سب اہلِ خرد جانتے ہیں　　اور جو اس کی ضرورت ہے اشد جانتے ہیں ۲۷
زندگانی کو یہ دیتی ہے مدد جانتے ہیں　　ہائے کیا کھائیں بس اس بات کو بد جانتے ہیں
خوردن و زیستن آں کہ بذکرش باشد　　مرگ آں زیست کہ خوردن ہمہ فکرش باشد

بولے محبوبِ خدا اُن سے یہ شیطاں کا سوال　　صرف روٹی پہ جئیں یہ تو حماقت پہ ہے دال ۲
زندگی بخشتا ہے زندۂ جاوید مقال　　ورنہ انسان کی ہستی کا عدم ہی ہے مآل
بات معقول تھی شیطان جرح کر نہ سکا　　اور کچھ بحث بڑھانے کا وہ دم بھر نہ سکا

لے گیا آپ کو پھر کنگرۂ ہیکل پر　　بولا اب مجھکو دکھادے تُو یہاں سے گر کر ۲۷
کیونکہ پہلے ہی نوشتوں میں لکھی ہے یہ خبر　　بھیجیگا اپنے فرشتہ کو خدائے برتر
تا کہ ہاتھوں پہ وہ گرتے ہی اُٹھائے تجھکو　　ٹھیس پاؤں کو نہ لگجائے بچالے تجھکو

بات محبوبِ خدا نے کی یہ شیطان سے تب　　وہ مدد کرتا ہے حاجت میں کہ محتاج ہیں سب ۲
تو بھی مطلوب ہے موقوف ہے طالب کی طلب　　اس کی مرضی ہی ہر امداد کا ہوتی ہے سبب
کیا نوشتہ میں نہیں ہے اسے پڑھکر ڈر تو　　آزمائش نہ کبھی اپنے خدا کی کر تو

پاسخ ابنِ خدا سے جو ہوا ناطقہ بند　　لے گیا آپ کو شیطان سرِ کوہِ بلند
دُنیوی چیزیں جو انسان کو آتی ہیں پسند　　پیش کیں پیش نظر تا ہو دل اُس کا خورسند
جتنی ہیں سلطنتیں جتنی ہیں شاہیں ان کی　　پیش گنجینے کئے نذر کیں کانیں ان کی

اب یہ دریافت طلب ہے کہ یہ دُنیا کیا ہے　　اہلِ دُنیا ہی کریں حل یہ معما کیا ہے
بس گئی آنکھوں میں کیوں جی یہ تماشا کیا ہے　　دے کے ایمان اسے لیتے ہیں یہ سودا کیا ہے
زال یہ ہے تو ہے کیوں گرمیٔ بازار بہت　　جنس گو تھوڑی ہے تو بھی ہیں خریدار بہت

کیسی مُرشد ہے کہ شاگرد ہیں سب اس کے رشید   کیسی ہے پیر کہ اکثر ہیں جواں اس کے مُرید
کیسی شدّاد ہے فرمان ہیں سب اس کے شدید   کیسی شاہد ہے کہ ہوتا ہے ہر اک اس پہ شہید
اس کی شوخی کے مقابل میں ہے شیخی کس کی   گرگری اس کی ہوئی جس پہ نظر تھی اس کی
حُسن ہے بحرِ رواں اس کا مگر پھر بھی سراب   تشنہ لب اس کے کنارے ہوئے سب خستہ خراب
پھوڑ کے دل کے پھپھولے کوئی مانندِ حباب   چشمِ اُمید ہے اس چشمہ سے گویا نایاب
تو بھی اس لیلےٰ کے مجنوں ہیں خرد ور کتنے   اور فرہاد ہیں اس شیریں کے اکثر کتنے
ہے قراسُس کا تواریخ میں قصہ مشہور   جو تھا اس دولتِ دُنیا پہ نہایت مغرُور
تھیں عماراتِ کلاں گنجِ گراں سے معمُور   اب قراسُس نے یہ ٹھہرایا تھا اپنا دستور
اجنبی کوئی ملاقات کو جب آتا تھا   چھ مہینے میں وہ زر اُس کو دکھا پاتا تھا
یُوں دکھا چکتا تھا جب اُس کو یہ سب مال و منال   دیکھنے والے سے تب بیٹھ کے کرتا تھا سوال
کیا کوئی مجھ سے بھی بڑھ کر ہے تونگر خوشحال   تب وہ کہتا تھا نہیں کوئی میں کرتا ہُوں خیال
اِس طرح بے خبر انجام سے خوشحال تھا وہ   یُونہیں ننانوے کے پھیر میں کچھ سال تھا وہ
اُس زمانہ میں تھا سُولن کوئی مشہور حکیم   پُوچھا اُس سے بھی قراسُس نے بدستورِ قدیم
آپ نے دیکھ لی کُل مال کی فہرستِ ضخیم   کوئی مُجھ سا بھی ہے خوشحال بایں گنجِ عظیم
بولا سُولن کہ بہت مائلِ اموال ہے تُو   مجھکو خطرہ ہے کہ کمبخت ہے بدحال ہے تُو
بعد چندے کسی دُشمن نے کیا آکے جو سر   تب تو دولت ہی نہ کام آئی نہ گنجینۂ زر
قید ہو کر جو مخالف کے ہوا پیش نظر   کہدیا آگ میں ڈلوا اسے زندہ جا کر
آہ و نالہ سے قراسُس نے نہ کچھ کام لیا   چیخ کر زور سے سُولن کا مگر نام لیا

۳۹ نامِ سولن کا شہنشاہ نے جس وقت سُنا — ہوا حیراں کہ دمِ مرگ نہ تھا نامِ خدا

تب کروسس نے بیاں اپنا کُل احوال کیا — آیا انجام نظر اُس کو جو سولن نے کہا

شاہ بولا یہ نہ تھی صرف نصیحت تجھکو — جا معافی دی تجھے ۔ یہ تو ہے عبرت مجھکو

۴۰ حال ایسو کا اسی فال پہ ہے شاہدِ حال — بھوک سے حالت دینی تھی بہت جس کی نڈھال

اُس نے پہلوٹے کے حق کا نہ کیا کچھ بھی خیال — بیچنے پر تھا ملال اُس نے جو دیکھا تھا مآل

کوئی ایسو سا برآئینہ بد آئین نہ ہو — بیچ دُنیا کے لئے دین سے بیدین نہ ہو

۴۱ زوجۂ لوط کے حالات ہیں سب کو معلوم — کیسی وہ نعل در آتش تھی پئے شہرِ صدوم

شورِ بختی نے کیا آکے جو گرد اس کے ہجوم — پیچھے دیکھا ہوئی آگے کو ضغر سے محروم

رہ گئی بنکے ستونِ نمک افسوس وہیں — سرکشی کی ہوئی پاداش قدمبوس وہیں

۴۲ تھا کوئی اہلِ دول دولتِ دُنیا میں غنی — اُس کی بڑھتی ہوئی نعمت میں نہ تھی کوئی کمی

ایک سال ایسا ہوا جیسی کچھ اُمید نہ تھی — بارش اچھی ہوئی کھیتوں میں بہت فصل اُگی

سوچتا تھا میں کہاں رکھونگا مایا اِتنی — نہ مقام اتنا مرے پاس نہ ہے جا اِتنی

۴۳ سوچا ڈھا دُونگا اُنہیں وہ جو پرانے ہیں گھٹا — اور نئے چوڑے بہت پکّے کرونگا تیار

ان میں انبار کراؤنگا نئی پیداوار — سنگھ دس سنکھ مہا سنکھ ہیں جو ہو نہ شمار

جان سے تب میں کہونگا کہ لے کھا پی خوش ہو — فکر کو دل میں کوئی جا نہ دے کھا پی خوش ہو

۴۴ رات کو موت نے پیغام دیا یوں آکر — طلبی آپ کی ہے چلئے اگر ہے نہ مگر

لائی ہوں ۵۵۲ کا یہ وارنٹ ادھر — نہ ضمانت میں بشر ہے نہ کفالت میں ہے زر

جان لیجائینگی ۔ وہی تجھکو تری ہار بتا — کون یہ کھائیگا انبار وہ انبار بتا

سچ ہے انسان کرے لاکھ یہ دُنیا حاصل ۔۔۔ گر تو ارض بھی کر لے کوئی سارا حاصل
جان تک اپنی گنوا وے تو اُسے کیا حاصل ۔۔۔ جس کو حاصل وہ سمجھتا ہے وہ ہے لاحاصل
جان کے بدلے میں انسان ضماں کیا دیگا ۔۔۔ سب یہاں چھوڑ چلا ہے تو وہاں کیا دیگا
جس کو دُنیا میں جگہ تھی نہ زمیں کی تل بھر ۔۔۔ رائی کے دانہ سے بڑھکر جو بنا تھا کمتر
جب وہ پیدا ہُوا چرنی میں رہا چند پہر ۔۔۔ تیسرے دن سے زیادہ نہ لحد نے دی مفر
اُس سے ابلیس یہ بولا نہ عوض کچھ لونگا ۔۔۔ سجدہ کر جُھک کے مجھے مفت میں سب دیدونگا
آپ شیطان سے بولے کہ تُو بکتا کیا ہے ۔۔۔ رُو برو بندۂ فارغ کے یہ دُنیا کیا ہے
اُس کا سونا ہے یہ کیا اُس کا یہ رُوپا کیا ہے ۔۔۔ دیکھ لے جا کے نوشتوں میں کہ لکھا کیا ہے
سجدہ کر صرف خداوند خدا کو جُھک کر ۔۔۔ دُور ہو ۔ بات نہ کر مجھ سے زیادہ رُک کر
اب خداوند پھرے رُوح سے ہو کر معمور ۔۔۔ دُور و نزدیک ہوئے شہر تک اپنے مشہور
ناصرت تھا جو وطن اُس میں سُنانا تھا ضرور ۔۔۔ گوش شنوا نہوں تب اہل وطن کا ہے قصور
اُن کے معبد میں گئے سبت منانے کے لئے ۔۔۔ درس تھا خاص یسعیاہ سے سُنانے کے لئے
اُس میں لکھا تھا کہ ہے رُوح خدا کا مجھ پر ۔۔۔ اُس نے ممسُوح کیا دُوں میں غریبوں کو خبر
مجھکو بھیجا کہ اسیروں کو خبر دُوں جا کر ۔۔۔ وہ اسیری سے رہا ہونگے یہ ہے مدِّ نظر
حکم ہے اندھوں کو کُچلوں کو ہو شادی مجھ سے ۔۔۔ سالِ مقبولِ خدا کی ہو منادی مجھ سے
وہ جو حاضر تھے عبادت میں وہاں سب کے سب ۔۔۔ تاکتے تھے اُسے حیرت میں وہاں سب کے سب
پڑ گئے وجد کی حالت میں وہاں سب کے سب ۔۔۔ شوق رکھتے تھے طبیعت میں وہاں سب کے سب
اُن سے فرمایا ہوئے سارے اشارے آگے ۔۔۔ آج پُورا یہ نوشتہ ہے تمہارے آگے

٥١ اُس کے پر فضل سخنہائے بہ از قند و شکر کرتے تھے گو دلِ ہر سامع میں شیریں تر اثر
تو بھی وہ کہنے لگے سب متحیر ہو کر کیا نہیں یہ ہے انہیں مریم و یوسف کا پسر
آپ نے اُن سے کہا تب یہ سنا کر پہلے تم کہو گے کہ حکیم اپنی دوا کر پہلے

٥٢ عہدِ اخیب میں جب آیا نہ زمیں پر باراں خشک سالی تھی بیالیس مہینوں کی گراں
تب تو بھیجا گیا الیاس نبی تشنہ دہاں سارپت کی زنِ بیوہ کے سوا اور کہاں
گو جذامیوں کی کثرت سے سمائی ہی نہ تھی غیر نعمان شفا اور نے پائی ہی نہ تھی

٥٣ بات یہ سچ ہے جو مشہور رہی اس کی بابت کہ نبی کی نہیں ہوتی ہے وطن میں عزت
صادق آئی یہ مثل آج تمہاری نسبت چھد گئی چبھتی ہوئی بات سے دل کی غیرت
اس پہ جھپٹے کہ پہاڑی سے گرا دیں جا کر بچ گئے آپ اس افتاد سے موقع پا کر

٥٤ آپ تشریف لئے جاتے تھے اک روز کہیں بھیڑ کی بھیڑ تھے ہمراہ کہیں اور نہیں
ان سے بولے جو کہوں میں وہ کرو ذہن نشیں میرے شاگرد اگر ہو تو اسی وقت یہیں
باپ ماں بھائی بہن جورو خصم چھوڑو سب تن بدن چھوڑ دو جی جان بھی چھوڑو سب

٥٥ مزرعہ و موضع و دیہات و زمینداری بھی بسوہ بھی بیگہ بھی اور کھیت بھی اور باری بھی
نوکری چاکری اور عہدۂ سرکاری بھی فن وکالت کا بھی اور پیشۂ مختاری بھی
ذات کا فخر گھرانے کا شرف بھی چھوڑ دو دُور ان کا زعم اور ادعائے سلف بھی چھوڑ دو
میری شاگردی میں آنا ہے تمہیں شوق سے آؤ بیدھڑک ہے یہ سڑک اس میں نہیں کوئی رکاؤ
شرط صرف ایک یہی ہے کہ صلیب اپنی اٹھاؤ سخت ہو یا ہو کڑی عذر کی ٹیکن نہ لگاؤ
پیروی میری نہیں سہل تو مشکل بھی نہیں طول چلنے میں سفر غربت کی منزل بھی نہیں

۵۵ کون ہے تم میں کہے برج کروں گا تیار — بیٹھ کر پہلے ہی لاگت کا نہ کرے جو شمار
ورنہ جب نیو پڑے کام لگائیں معمار — آدھ بنا چھوڑ دے تب لوگ ہنسیں آخرِ کار
دیکھو اس شخص نے آغاز کیا کام مگر — رہا انجام نہ رکھتا تھا سر انجام مگر

۵ پادشہ کون ہے دشمن سے ہو جس کی پیکار — نہ کرے فوج کی جانچ اور نہ لشکر کا شمار
کس قدر اس میں پیادہ ہیں تو کتنے ہیں سوار — دس ہزار اس کی طرف ہوں تو ادھر بیس ہزار
گر شکست آورد و گاہ ظفر مے دارد — بیم و امید ہیں جنگ دو سرے دارد

۵ ایسے ہی تم میں جو شاگرد ہوا چاہتا ہے — پہلے یہ دل میں سمجھ لے کہ وہ کیا چاہتا ہے
کیا وہ شیطان کے حملوں سے بچا چاہتا ہے — اپنی مرضی نہیں مالک کی رضا چاہتا ہے
کیونکہ ناواقفیت اس سے کہیں بہتر ہے — جانے اور پھر بھی نہ مانے یہ نہیں بہتر ہے

۶ اِس تلمذ کا حقیقی ہے نشاں بپتسمہ — تنِ ایماں میں ہے خود روحِ رواں بپتسمہ
رکھتا ہے بیشتر اسرارِ نہاں بپتسمہ — پاتے ہیں طفل سے تا پیر و جواں بپتسمہ
خود مسیحی و مسیحا میں تعارف یہ ہے — لائے ہر ایک کو جو تحتِ تصرف یہ ہے

پاک بپتسمہ یہ ایک عہدِ مبیّن ہے صریح — باندھا جاتا ہے جو مابین مسیحی و مسیح
ہوش میں جبکہ بجا عقل رسا فہم صحیح — بعباراتِ بلیغ اور بالفاظِ فصیح
مصطبغ کہتا ہے شیطان کو چھوڑا میں نے — دشمنِ دین کے ایمان کو چھوڑا میں نے

میں شیاطین کی راہوں میں نہ جاؤں گا کبھی — جانا کیسا کہ ادھر رخ بھی نہ لاؤں گا کبھی
رخ تو رخ آنکھ بھی اپنی نہ اٹھاؤں گا کبھی — آنکھ تو آنکھ نظر تک نہ ملاؤں گا کبھی
چشمِ بد دور جو بت خانے کے نزدیک آئے — تاکوں بت کو تو مری آنکھ کی پتلی پتھرائے

میں نے کھایا ہے نمک مانا کہ نہ ہوں کورِ نمک
زندگی ہاتھ سے جانے نہ دوں مرنے دم تک

گو میں کمزور ہوں تو بھی ہے زبردست کمک
عیسےٰ ناصری بادشہِ انس و ملک

چھوڑ کر کُل غمِ ہستی و عدم پیچھے کو
میری ہٹ ہے کہ ہٹاؤں نہ قدم پیچھے کو

جسم اور خون سے کُشتی نہیں کرنا ہے مجھے
گہری تاریکی کے خندق میں اُترنا ہے مجھے

اس کے حکام سے کچھ کر ہی گُذرنا ہے مجھے
اس کے مختاروں کی رُ دسے نہیں ڈرنا ہے مجھے

مجھکو ہے فوجِ سماوی سے مقابل ہونا
میں جگر رکھ کے نہیں جانتا بیدل ہونا

اِس لئے رُوحِ مقدس کے سلح خانہ سے
ہر قدم لے لئے ہتھیار یہ چُن کر میں نے

ہے نجاتِ ابدی خود کی جائر کے لئے
راستبازی کا جو بکتر ہے وہ میں ہوں پہنے

رُوحِ اقدس کی ہے تلوار مرے قبضہ میں
ہوگا ہر وار شریر بار مرے قبضہ میں

زیبِ پا صُلح کی پاپوش بھی ہے بہرِ خرام
دَوڑ کرتا کہ دُوں اوروں کو خوشی کا پیغام

پا گئی کس کے سچائی سے کمر اِستحکام
ڈھال ایماں ہے بھلی دے جو برے وقت میں کام

آتشی بان دُعا کا جو چلا دُونگا میں
تیرِ سوزندۂ شیطاں کو جلا دُونگا میں

میری تلمیذ میں بولے یہ خُداوندِ جلال
اقربا اور اعزا کی محبت ہے وبال

خواب میں بھی جو کرے مجھ سے زیادہ کا خیال
اِس کے دعوائے محبت پہ دلائل میں محال

میری شاگردی کے لائق وہ نہیں صاف ہے یہ
آپ کو کہتا ہے عیسائی کہے لاف ہے یہ

ایک دن مادرِ یعقوب سلومی آئی
دُوسرے بیٹے کو بھی ساتھ میں اپنے لائی

عرض کی جب کہ مسیحا سے اجازت پائی
میرے بچے ترے شاگرد ہیں دو تو بھائی

اپنی شاہی میں انہیں صاحبِ اعزاز بنا
دہنے بائیں کی نشستوں پہ سرافراز بنا

بولے تب آپ سلومی سے تجھے کیا معلوم　　تیری درخواست کا انجام ہے کیا مفہوم
جو پیالہ مرے پینے کے لئے ہے مقسوم　　کیا پئینگے وہ اِسے ایسے پئینگے مظلوم
بولی وہ ہاں کہ پئینگے یہ پیالہ وہ بھی　　کہتی ہے جاں کہ پئینگے یہ پیالہ وہ بھی
سُن کے یہ ہمتِ مردانہ کا عورت سے کلام　　بولے محبوبِ خدا سچ ہے پئینگے وہ یہ جام
لیکن اِس امر میں جس کی ہے انہیں خواہش تام　　دہنے بائیں دے جگہ یہ ہے فقط باپ کا کام
کیسی خجلت دمِ تصلیب انہیں آئی ہوگی　　دہنے بائیں جو جگہ چوروں نے پائی ہوگی
اِس پیالہ کی مناسب ہے یہاں پر تفسیر　　جس کے ہر قطرۂ مے سے ہے ٹپکتی تجبیر
کُل زمانہ کی بلیّات ہیں اس میں تخمیر　　ہے مصائب کی مجسّم یہی زندہ تصویر
مُنہ میں اس آتشِ سوزندہ سے چھالے پڑجائیں　　اس کے پھندے سے گلے جان کے لالے پڑجائیں
یہ وہ آفت ہے کہ پرکالۂ آفت بھی ہے گرد　　کرۂ نار ہو اس شعلۂ جوالہ سے سرد
ہے یہ برہم زنِ صد زعمِ دلیرانۂ مرد　　اس کو جس پہلو سے بولو یہ ہے درد کا درد
یہ وہ سایہ ہے کہ جس کا کوئی ہمسایہ نہیں　　اِس سے اُونچا ہو کوئی یہ وہ فرومایہ نہیں
اِس میں وہ شرم ہے شامل کہ حیا کو بھی ہو شرم　　یہ وہ ہے رزم کسی سے نہیں گھٹتی آزرم
شیر گرمی ہے کہاں ہے یہ ہمیشہ سرگرم　　اس کی سختی وہ ہے کر آئی کہ فولاد ہو نرم
ہو کے لبریز کبھی جب یہ چھلک جاتا ہے　　سرکشی کر کے اُچھل تا بہ فلک جاتا ہے
اس میں گھونسوں کی ہے زد اس میں طمانچوں کی ہے مار　　تھوک مُنہ پر رُخِ گلگوں ہے زد و کوب سے خوار
تازیانہ وہ لگیں پُشت ہو مجروح و فگار　　آگ زخموں میں تو دل سوزِ دروں سے ہو دوچار
نظرِ جرم اگر اس جام تک آئے پھر جل جائے　　عار اس کو بھی ہے گو آرے سے زندہ چر جائے

۷۵ رہزن و سارق و قزاق جو پاتے ہیں سزا — بدچلن سخت بداخلاق جو پاتے ہیں سزا
مجرم شہرۂ آفاق جو پاتے ہیں سزا — غارت و قتل کے مشتاق جو پاتے ہیں سزا
اس میں ہے پند نب اس سے دم سقراط رہے — ہو ہلاہل سے ہلاک اس سے وہ محتاط رہے

۷۶ اس پیالہ میں کُل اقسام ذمائم کی ہے مے — ہوش برباد کن انواع جرائم کی ہے مے
سارے افعال بد و زشت عزائم کی ہے مے — مال مغروقہ و اسباب غنائم کی ہے مے
موج میں آ کے پیالہ کو بھی یہ خم کر دے — بحر میں قطرہ کی مانند خرد کم کر دے

۷۷ یہ ہے معمور الٰہی غضب و قہر خدا — اس میں دوزخ کی عقوبت ہے جہنم کی سزا
قربت و صحبت ابلیس کی لعنت کے سوا — اس میں وہ آگ ہے لے اس کو اگر منہ سے لگا
دل کے سو ٹکڑے ہوں پہلو میں تو چھاتی پھٹ جائے — گلیوں ڈالے لہو منہ سے کلیجہ کٹ جائے
پوچھتا ہے کھڑا خم ٹھونک کے رب سے کوئی — مرد میداں بھی ہے آدم کے نسب سے کوئی
پشت پھیرے نہ جو اس قہر و غضب سے کوئی — کس کا منہ ہے کہ لگائے اسے لب سے کوئی
ابن آدم سا جواں مرد تو گھبراتا ہے — اس پیالہ سے خم و کوزہ ہوا جاتا ہے

۷۸ آؤ تم کو ہے اگر دیکھنا آنکھوں منظور — باغ گت سمنی ہے بستان جہاں میں مشہور
پار کدرون کے نالہ کے نہیں پاس سے دور — اوندھے منہ سجدہ میں ایک مرد پڑا ہے رنجور
سخت کلفت میں بھی مالوف خدا باپ سے ہے — عرض احوال میں مصروف خدا باپ سے ہے
مرحبا ابن خدا حمد کے لائق تو ہے — ساری مخلوق میں پہلوٹھا ہے فائق تو ہے
حامی و ملجا و ماوائے خلائق تو ہے — جان کفارہ میں دینے کا شائق تو ہے
فخر انسانیت اور خاک کو بخشا تو نے — رشک اس اوج کا افلاک کو بخشا تو نے

رُکنِ ایوانِ جناں خُلد مکاں عرش مقام — زینتِ خیلِ مَلَک زیبِ فلک حُسنِ کلام ٨١
مطلعِ نُورِ ازل عزّ و جل ذُوالاکرام — از ازل تا بہ ابد ہے تری ہستی کو قیام
ہو کے بالا ہو کوئی پست ذرا مُشکل ہے — تیرا رُتبہ ہے سوا تجھکو سوا مُشکل ہے

جبکہ گردش میں یہ خوں ریز پیالہ دیکھا — جس سے ہوتے ہوئے ہستی کا ازالہ دیکھا ٨٢
عدل کا نوٹ شریعت کا قبالہ دیکھا — تلخ تر موت سے کڑوا یہ کسالہ دیکھا
کی دُعا باپ سے۔ اس کو نہ ادھر آنے دے — تیری مرضی ہو تو مجھ سے یہ گُذر جانے دے

جسم اس بارِ گراں سے تو ہوا سُست مگر — رُوح نے اس کے اُٹھا لینے پہ باندھی ہے کمر ٨٣
بے پئے میرے گزرتا ہے نہیں مجھ سے اگر — آپ کو چھوڑتا ہوں باپ تری مرضی پر
بُوند بُوند اس کی چڑھانے پہ اُترتا ہوں میں — کر کے خالی اسے انجیل سے بھرتا ہوں میں

اس پیالہ سے مجازاً ہے مری موت مراد — اس سے دُنیا کو ہلاکت سے کرونگا آزاد ٨٤
جان دُونگا کہ نہ ہو رُوح کسی کی برباد — پہلے مرنے سے ہیں اس بات کی ٹھہراؤنگا یاد
دیکھو روٹی جو لئے ہوں یہ بدن ہے میرا — کھاؤ ایماں سے کہ تم سے کھانے کی ہی تن ہے میرا

تھا مرا وعدہ کہ میں تم کو یہ روٹی دُونگا — گُرسنہ رُوحیں ہوں آسُودہ یہی ہے وہ غذا ٨٥
اپنے مطبخ سے خدا باپ یہ کرتا ہے عطا — یہ مجازی ہے حقیقی ہے مگر گوشت مِرا
جو اسے کھاتا ہے اور میرا لہُو پیتا ہے — زندگی اُس میں ہے دراصل وہی جیتا ہے

گو فریبیوں نے اس راہ میں کھائی ٹھوکر — اور جو تم سے نام کے شاگرد گرے وہ بھی اُدھر ٨٦
تم نے پہچانا شکستہ بدن ایماں سے مگر — کھاؤ آسُودہ شکم سیر رہے مجھ پہ نظر
یادگاری ہیں مری تم یہی کرتے رہنا — زندگی ہے تو اسی موت پہ مرتے رہنا

۸ اب ذرا سوچیں یہاں صاحب فہم و ادراک — یہ جو روٹی ہے ہر انساں کے لئے عام خوراک

قدر جس کی ہے بہت کرتے ہیں سب اُس کا تپاک — کیا ہدایت ہے مگر اِس کے لئے عبرتناک

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند — تا بغفلت نخوری ندش چو بکف در آرند

۸ بس یہ روٹی جو مَیں دیتا ہوں جو ہے میرا بدن — اِس کی ہے اصل تفصیل میں کیا تم کو سُخن،

ضامنِ رزق مَیں ہوں مَیں ہی ہوں رزّاقِ مِنن — اہلِ ایماں کے لئے آپ غذا ہوں ہمہ تن

جو مجھے کھاتا ہے رکھتا ہے طبیعت میری — اپنی صُورت میں وہ رکھ سکتا ہے سیرت میری

۸ جس طرح مَیں نے خدا باپ کی صورت چھوڑی — ماہیت رکھتے ہوئے اُس کی یہ عزّت چھوڑی

عرش اور عالمِ بالا کی سکونت چھوڑی — عاصیوں کو دوں نجات اس لئے جنّت چھوڑی

کہہ کے یہ آپ خداوند اُٹھا کھانے سے — کیونکہ بہتر ہے نمونہ کہیں سمجھانے سے

۹ مثل خدّام کے رومال کمر سے باندھا، — پاؤں شاگردوں کے دھونے کے لئے آپ جھکا

جبکہ دھوتا ہُوا پطرس کے قریب آپہنچا — جاننا تھا کہ چھوئے پاؤں لئے اس نے ہٹا

بولا زنہار خداوند یہ ہونے کا نہیں — کیونکہ اُستاد کو حق پاؤں کے دھونے کا نہیں

۵ تب خداوند نے پطرس سے کہا یُوں کہ اگر — مَیں ترے پاؤں نہ دھوؤں تو نہ دھونا ہے خطر

فائدہ ہے تو ہے دھونے میں ترے دھونے میں ضرر — کیونکہ حصّہ ترا ہو گا نہ مرے ساتھ اِدھر

عرض کی اُس نے اگر ہے یہی بہتر دھوئیے — نہ فقط پاؤں مگر ہاتھ مُنہ سر دھوئیے

پاؤں جب دھو کے شہنشاہِ دو عالم بیٹھے — پہلے کپڑے جو اُتارے تھے اب وہ پھر پہنے

پائے شستہ جو تھے شاگرد یہ اُن سے بولے — تم نے دیکھا ہے جو ہا تھوں سے کیا ہے مَیں نے

تم مجھے کہتے ہو اُستاد بجا کہتے ہو — کیونکہ مَیں ہوں جو خداوند خدا کہتے ہو

پس جب اُستاد نے خود پاؤں تمہارے دھوئے ہاتھ اُس کام سے زنہار نہ ہارے دھوئے
کپڑے عزت کے تھے سب کھرے کنارے دھوئے داغ دھبے جو چلن میں تھے وہ سارے دھوئے
غسل پرپل کی انسان کو ضرورت ہی نہیں پاؤں چھوٹ اور کچھ اب دھونے کی حاجت ہی نہیں
پس جب اُستاد و خداوند نے پاشوئی کی زندہ تمثیل نمونہ کے لئے تم کو دی
واجب اس نصِ صریحہ سے ہے یہ تم پر بھی تم بھی باہم دگر ایسے ہی کرو پاشوئی
کیونکہ اُستاد سے شاگرد نہیں بڑھ سکتا بھیجنے والے سے بھیجا ہوا نہیں بڑھ سکتا
سِکھ کا ہے صوبۂ پنجاب میں فرقہ مشہور اس سے ملتا ہوا ایک اُن میں ہے رائج دستور
اُن کی پرشاد کی مجلس میں ذرا چل کے ضرور دیکھو نزدیک سے جا کر نہ رہو ہم سے دور
میرِ مجلس قدم آئندہ کے جب لیتا ہے پاؤں وہاں سے صاف اُن کے وہ کر دیتا ہے
غالباً موجدِ اوّل کی یہ تقلید ہے صاف یہ نہیں منجیٔ عالم کے نمونہ کے خلاف
ہم تو سمجھے مگر اس پیروی حرف کو لاف اس سے خدمت ہے مُراد اوروں کی تقصیر معاف
کچھ نہ کچھ تو ہیں سزا وارِ ملامت دونوں چھوڑ بیٹھیں جو مجاز اور حقیقت دونوں
جیسے روٹی ہے مجاز اور حقیقت ہے بدن دونوں ہی پاک عشاء میں ہیں ضرور اور احسن
ترک دونوں میں کسی کا بھی نہیں مستحسن ایک ہی جان بدن کے لئے ایک جان کو تن
رُوح بے جسم مجرّد ہے تو کس کام کی ہے دونوں میں حُبِّ دلی گویا الف لام کی ہے
پاؤں دھوئے تھے خداوند نے شاگردوں کے جب فعل تو لفظ تھا اور معنی تھے اُس کا مطلب
لفظ جس طرح مناسب ہے تو معنی انسب ایسے ہی پاؤں کے دھونے میں کریں ہم سب
ہم خداوند کو مسجود بنائیں کیونکر بے جھکائے ہوئے سر سجدہ میں لائیں کیونکر

۹۹ راز دانندۂ دِلہا ہے بد و نیک وہیں — بولے تم پاک ہو سب تو بھی ہو سب پاک نہیں
دوست دُنیائے دُنی تم میں ہے ایک دُشمنِ دیں — طامع و حرص پرست وہ ہے ہوس قُرب نشیں
دِل کے میلے نے عیاں کی یہ صفائی مُجھ پر — پاؤں دُھلوائے ہوئے لات اُٹھائی مُجھ پر

۱۰۰ اے مسیحی! تجھے لازم ہے خبردار رہے — دل کے دھوکے سے دغابازی سے ہُشیار رہے
طامعِ زر نہ ہو اس مُردہ سے بیزار رہے — صرف سرکارِ محبّت سے سروکار رہے
نُور میں رہتے ہوئے چاہیئے ناری نہ بنے — بن نہ عیّار اگر یار سے یاری نہ بنے

۱۰۱ عِطر ڈھالا جو خداوند پر ایک عورت نے — کیسا خوشبو سے بسایا وہ گھر ایک عورت نے
تین سَو نقد کیا خرچ زر ایک عورت نے — دیکھیں دِل والے یہ پایا جگر ایک عورت نے
معترض ہو جو بداندیش تو کیا ہوتا ہے — جا و بیجا تو محبّت میں بجا ہوتا ہے

۱۰۲ بیاہ میں شادی میں اور بچّوں کی پیدائش میں — خاص جلسوں کے مقامات کی آرائش میں
رونقِ آمدِ حکّام کی افزائش میں — خاص موسم کی رعایت سے کچھ آسائش میں
خرچ بیجا بھی جو کر بیٹھتے ہیں دِل والے — اُس کو آسان بنا لیتے ہیں مُشکل والے

۱۰۳ رات کو ہو جو بڑے دِن میں چراغوں کی بہار — دیکھیں یہ اہلِ حسد رشک سے جلکر ہوں چنار
جیسے یہ عِطرِ گُل آنکھوں میں یہوداہ کے تھا خار — ایسے ہی بعض مسیحی بھی ہیں دِل کے غدّار
قصّہ کوتاہ خُداوند کی سچ بات ہے یہ — معجزہ حُبّ کا محبّت کی کرامات ہے یہ

۱۰۴ آزماؤ تو ذرا دِل کو جگر کو جانچو — خانۂ پہلو کو اور سینہ کے گھر کو جانچو
یہ ہے مالُوف کدھر اُلفتِ زر کو جانچو — بال کو بچّوں کو جورو کو پسر کو جانچو
کتنی پائی ہے گُناہوں کی معافی تم نے — پایا ہے روحِ قدس سے دِلِ صافی تم نے

کیا ہے پطرس کی طرح تم کو مسیحا مرغوب — کیا اُسے جانتے ہو دل سے پیارا محبوب
جان بھی دو گے اگر اس کے لئے ہو مطلوب — اِس حق میں کسی شاعر نے کہا ہے کیا خوب

جان من جان طلبی جان بہم آن ندہم — زر کہ تو مے طلبی زر بہ تو جاناں ندہم

اب سے تھا کسی ناشستہ کا ناروا کلام — ہاتھ دھو کر نہیں کھاتے ترے شاگرد طعام
یہ بزرگوں کی روایات سے ناپاک ہے کام — اِس کو پاسخ میں دیا آپ نے یہ پاک پیام

مُنہ میں جو جائے وہ کب جان کو ناپاک کرے — مُنہ سے جو آئے وہ اِنسان کو ناپاک کرے

مُنہ میں جو جاتی ہے وہ ہے یہی معلوم غذا — پیٹ میں ہو کے نکل جاتی ہے جو صبح و مسا
اُس میں جو پاک تھا وہ جزوِ بدن ہو کے رہا — تھا فضول اُس میں جو فضلہ وہ ہوا تن سے جدا
حلت و حرمتِ شے کا ہے سبب شے سے جُدا — پاک و ناپاک کی علت ہے یہ سب شے سے جُدا

وہ جو تھا گلشنِ فردوس میں ممنوعہ شجر — پاک و ناپاک بد و نیک تھا اس کا ثمر
تھا فقط ممتحنِ مورثِ اعلائے بشر — خارجی وجہ کا تھا اس پہ نہیں کچھ بھی اثر
پاک و ناپاک ہو کھانے سے نہ کھاتے کوئی — ہاتھ دھونے سے نہ ہو پاک نہانے سے کوئی

مُنہ سے آتا ہے جو۔ اب گن کے کرو اُس کا شمار — بد خیالات بد اندیشے بُرے سوچ بچار
ڈاہ کینہ حسد رشک و گنہ بغض و غبار — شور و شر جنگ و جدل جھگڑا لڑائی تکرار
خودپسندی و خودی خودغرضی آتی ہیں — دِل سے مُنہ تک یہی ناپاک بنا جاتی ہیں

آگیا موسم برسات گھر آئے بادل — کالے بھونرے کی طرح رنگ میں کالے کاجل
ہوگیا دامنِ میداں میں برس کر جل تھل — جوڑی بیلوں کی لیے کاندھے پہ رکھے ہوئے ہل
بیج بونے کے لئے دیکھو کسان آتا ہے — جمع کرنے کی پھر اُمید میں بکھراتا ہے

۱۱ اُن پرندوں نے ہوا کے جو تھے ہمراہ کھا لئے … جو کنارے پہ گرے راہ کے دانہ وہ چُگے
کچھ گرے ایسی زمیں پہ کہ جہاں کانٹے اُگے … گر کے پتھریلی زمیں پہ جو اُگے سُوکھ گئے
جو گرے اچھی زمیں پر وہ رہے سب پھلے … سَو گُنا ساٹھ گُنا تیس گُنا بڑھکے پھلے

۱۲ جا کے مزدوروں نے اب کھیت کے مالک سے کہا … آپ نے کھیت میں کیا بیج نہ بویا اچھا
کڑوا دانہ ہے یہ پھر گیہوؤں میں کیسے جا … ایک دُشمن ہے مرا کھیت کا مالک بولا
جبکہ تم میں سے ہر ایک رات کو سویا ہوگا … کڑوا دانہ اُسی نادان نے بویا ہوگا

۱۳ بولے مزدور یہ مالک سے اجازت ہو اگر … کڑوے دانوں کو اُکھاڑینگے ابھی ہم جا کر
بولا مالک کہیں گیہوں نہ اُکھڑ جائیں۔ مگر … وقت آنے دو کٹائی کا اِسی موقع پر
کھتّوں میں گیہوؤں کو جمع کراؤنگا میں … کڑوے دانوں کو الگ کر کے جلاؤنگا میں

۱۴ اِبن آدم ہے خود اِس بیج کا بونے والا … بیج باتیں ہیں خداوند کی اعلا بالا
سُننے والوں کے جو دل کھیت ہیں اُنمیں اعلا … بیج کی طرح کلام اِس میں برابر ڈالا
مختلف اِن میں زمینیں جو تھیں اُگنے کے لئے … بعض اُگنے کے لئے بعض تھیں چُگنے کے لئے

۱ تھیں جو چُگنے کے لئے اُن کو بتا دیتے ہیں … باتیں سُننے میں یہ کب دھیان بھلا دیتے ہیں
سُن کے اِس کان سے اُس کان اُڑا دیتے ہیں … سب شیاطین پرندوں کو کھلا دیتے ہیں
فائدہ مالکِ مملوک کو کیا ہوتا ہے … سب یہ مدہوں سے چُگا جاتا ہے جو بوتا ہے

۱ اِس میں پتھریلی زمیں سنگدلی کی ہے مثال … جو کرے سُنتے ہی ایمان کا فوراً اقبال
آئے گر بال برابر بھی مصیبت کا وبال … خواب میں بھی اِنھیں ایمان کا نہ پھر آئے خیال
جڑ تک اِس پودے کی مٹی جو نہ آئی سُوکھا … نام کو بھی تو نمی اس نے نہ پائی سُوکھا

کیا ہیں کانٹے کہ جو پودوں کو دبا دیتے ہیں ‎ ‎ آپ بڑھ جاتے ہیں اور اُن کو گھٹا دیتے ہیں ۱۱۷
آپ سرسبز رہیں اُن کو سُکھا دیتے ہیں ‎ ‎ ہو کے فربہ اُنہیں لاغر یہ بنا دیتے ہیں
دل میں یہ فکر کے کانٹے جو کھٹک جاتے ہیں ‎ ‎ اہل دُنیا ہیں یہ دیں سے بھٹک جاتے ہیں

وہ جو اچھی ہے زمیں فصل جہاں خوب آئی ‎ ‎ سو گُنا ساٹھ گُنا تیس گُنا پھل لائی ۱۱۸
یہ وہی دل ہیں جو ایمان کے ہیں شیدائی ‎ ‎ دینداری میں بڑھے روز ترقی پائی
رُبع مسکوں میں یہی ہیں نام چلانے والے ‎ ‎ نہ فقط نام مگر کام چلانے والے

یہ ہے افسوس کی جا بلکہ تاسف کا مقام ‎ ‎ کڑوے دانوں نے کیا مُشتبہ اس کھیت کا کام ۱۱
نیک و بد دونوں ہی ہیں ساتھ میں ہوں خاص کہ عام ‎ ‎ یُوں نہیں تا روزِ قیام اُن کو رہیگا یہ قیام
جب خداوند یہاں لوٹ کے پھر آئیگا ‎ ‎ نیک کو بد سے الگ چھانٹ کے فرمائیگا

اَے خداوند خدا جانچ ہمارے دل کو ‎ ‎ تُو نے آدھے کو نہ چوتھائی کو سارے دل کو ۱۱
رکھ ہے پھر خُون فشاں دل کے کنارے دل کو ‎ ‎ رہنے دے اپنے ہی پہلو کے سہارے دل کو
بدلے میں اس دلِ سنگیں کے ملائم دل دے ‎ ‎ راستبازی کے رہِ راست پہ قائم دل دے

راہ میں اس کا کہیں دیکھ کنارا تو نہیں ‎ ‎ جس میں آ کر ہوں پرندانِ ہوا گوشہ گزیں
ہم جو سُنتے ہیں ترا پاک کلام شیریں ‎ ‎ چُگ نہ جائیں یہ بلا نوش شیاطین کہیں
بخش آئندہ پرند اس میں آنے نہ رہیں ‎ ‎ سُن کے اِس کان ہم اُس کان اُڑاتے نہ رہیں
دیکھ اس کھیت میں پتھریلی زمیں ہے کہ نہیں ‎ ‎ کنکروں کی کوئی نہ اس میں کہیں ہے کہ نہیں
آیا جڑ پودوں کی مٹی کے قریں ہے کہ نہیں ‎ ‎ کیا پنپ جائیگا یہ اس کا یقیں ہے کہ نہیں
تُند طوفان بلا چل نہ گیا ہو شاید ‎ ‎ بیج اس آگ میں جل نہ گیا ہو شاید

اپنی قدرت سے خداوند مرے دل کو سنبھال — جتنے کنکر ہوں وہ کھود اور جو پتھر ہوں نکال
پائے آئندہ ترا پاک کلام اس میں کمال — سَو گُنا ساٹھ گُنا تیس گُنا سال بسال
بارشِ روح سے دل نرم و ملائم ہو جائے — اس میں پودا تری تعلیم کا قائم ہو جائے

خارزارِ غم و اندیشۂ دُنیا ہے یہ دِل — اِس میں ہے گلشنِ تعلیم کا کھِلنا مشکل
کھود دے جڑ سے اسے خاک میں سب جائیں مل — اِس کو دیکھے جو شگفتہ تو ہو ابلیس خجل
تیری تعلیم کا پھر باغ تر و تازہ ہو — دِل کا پھر باغیوں کے داغ تر و تازہ ہو

واسطہ اپنی قدامت کا جو ہے جزوِ ازل — واسطہ اپنے تفاخر کا جو ہے عِزّ و جل
واسطہ اپنی محبت کا نہیں جس کا بدل — واسطہ اپنی رفاقت کا جو دائم ہے اَٹل
واسطہ اپنی خدائی سے خود انکاری کا — واسطہ اپنی کفالت سے ضمانداری کا

واسطہ اپنے تجسّم کا جو ہے پردۂ راز — واسطہ اپنے تولد کا ہے جس میں اِعجاز
واسطہ رحم کا اپنے جو نہیں رحم سے باز — واسطہ اپنے کرم کا جو ہے سرمایۂ ناز
واسطہ اپنے تلطّف کا مدارا جو کرے — واسطہ اپنے تکلّف کا گوارا جو کرے

واسطہ اپنی صعوبت کا جو تجھ پر آئی — واسطہ اپنی عقوبت کا جو رحمت لائی
واسطہ اپنی مذلت کا جو ہے رُسوائی — واسطہ شرم کا اپنی جو نہیں شرمائی
واسطہ تاج کا۔ کانٹوں سے بنایا جس کو — واسطہ سر کا اسی سر پہ سجایا اس کو

واسطہ تجھکو گرفتار کئے جانے کا — واسطہ حملۂ اشرار کئے جانے کا
واسطہ حربۂ خونخوار کئے جانے کا — واسطہ تجھکو سزاوار کئے جانے کا
واسطہ قتل کے فتوے کا جو بے جُرم دیا — واسطہ خُون کا جو صدرِ عدالت نے کیا

۱۲۹ واسطہ اپنے جگر کا جو جلایا تُو نے — واسطہ بھالے کا پہلو میں جو کھایا تُو نے
واسطہ دل کا جو برچھی سے چھدایا تُو نے — واسطہ آبِ لہُو کا جو بہایا تُو نے
مَیں ہوں ناپاک مرا میل سراسر کھو دے — قرمزی داغِ دلی آبِ لہُو سے دھو دے

۱۳۰ کیا ہوئی بارِ خدا شانِ جلالی تیری — اَوجِ اعلٰے ترا اور رفعتِ عالی تیری
کُچھ جھلک مُردمکِ چشم نے پالی تیری — کھینچ لی آنکھوں میں تصویرِ خیالی تیری
آ تو رکھ لے تجھے مانندِ نظر حدقۂ چشم — گول کمرہ ہو مُلاقات کا گھر حدقۂ چشم

۱۳۱ حُسن میں تُو نبی آدم سے کہیں تھا بڑھ کر — اب بھی ہے لُطف ترے ہونٹھوں میں او شمعہ میں شکر
قند کا ٹکڑا ہے ہر لفظ حلاوت میں مگر — رکھتا ہے حق میں مخالف کے یہی سم کا اثر
مُردہ جی اُٹھتے ہیں اعجاز یہ آواز میں ہے — مُدعی مرتے ہیں انداز یہ آواز میں ہے

۱۳۲ آج گتسمنی میں ہم تجھکو تنہا دیکھتے ہیں — دُکھ سہا درد سہا رنج سہا دیکھتے ہیں
ہم وہ آنکھوں سے۔ زباں سے جو کہا دیکھتے ہیں — کیوں پسینہ کی جگہ خُون بہا دیکھتے ہیں
نقد بیعانہ یہ ہوتا ہے خریداروں کا — دردِ سر مول لیا تُو نے گنہگاروں کا

۱۳۳ عالمِ نزع ہے یا موت کا آغاز ہے یہ — طرزِ آئندہ کی تکلیف کا انداز ہے یہ
سوز جو موت میں ہو اُس کے لئے ساز ہے یہ — طائرِ رُوح مگر مائلِ پرواز ہے یہ
جانکنی جان کے نکلنے سے بہت بھاری ہے — زندگی رکھتے ہوئے موت کی تیاری ہے

دشمن ایک دوست نما تھا جو یہودا اُن میں — وہ نہ اُن کا تھا نہ اپنا تھا مگر تھا اُن میں
سب فریسی تھے جہاں جمع وہ پہنچا اُن میں — تا کہ ایمان فروشی کا ہو سودا اُن میں
جس کی قیمت میں دو عالم بھی ہوں کمتر افسوس — بیچ ہی ڈالا اُسے تیس رُپے پر افسوس

۱۳۵ غیر اقوام میں یوں یا کہ نہ ہوں ایسے حریف　　تو بھی ہم میں ہیں مگر ایسے بہت ذات شریف
جو خداوند کو غدّاروں میں بن بن کے حلیف　　بیچتے ہیں پئے اشیائے ضعیف اور کثیف
دل کے عیّاشی ہیں ظاہر کے یہ عیسائی ہیں　　دین و ایمان فروشی پہ لئے سائی ہیں

۱۳۶ لیکے وہ تیس رُپے نقد کھرے کرکے چلا　　سرنگوں جیب میں گردن زدنی بھر کے چلا
زندہ دُنیا کے لئے دیں کے لئے مر کے چلا　　اپنے ذمّہ یہ لہو تا بہ ابد دھر کے چلا
اُس کو بوسے سے پکڑواؤں کہا یہ اِس نے　　ہے یہی ایک شقی چُوم کے کاٹا جس نے

۱۳۷ فوجِ اشرار لئے باغ تک آیا باغی　　لیکے ہیرودیوں کی یہ کمک آیا باغی
تاخت کرتا ہُوا کیا یک بیک آیا باغی　　یُوں ادا کرنے کو حقِ نمک آیا باغی
صُلح کے شاہ سے مردُود دغا کرتا ہے　　وہ دُعا کرتا ہے یہ اُس سے دغا کرتا ہے

۱۳۸ شرفِ صحبتِ سہ سالہ پہ فائز تھے رسُول　　سب تھے مقبول مگر ایک یہ تھا نامقبول
بارشِ رحمتِ باری کا ہے گو ایک اصُول　　باغ میں سروِ سہی اُگتے ہیں جنگل میں ببُول
پرتوِ نیک نگیرد چو بُنِ شخص بد است　　تربیت پے نہ برد در پئے نااہل کہ ہست

۱۳۹ شب دُعاؤں میں تضرّع سے بِتانے والا　　راہِ تسلیم پہ وہ پاؤں جمانے والا
بولا سوتے ہوؤں سے اُن کا جگانے والا　　آگیا میرا گرفتار کرانے والا
تھی محبت یہ مجھے اُس سے کہ دل ہاتھ میں لُوں　　اُس نے چھوڑا مجھے میں چاہتا تھا ساتھ میں ہُوں

۱ جو محبت کا تقاضا تھا کیا میں نے ادا　　خود ہی مرتا ہو جسے اُس سے ہے لاچار قضا
بارہا اُس کے لئے گو میں شش و پنج میں تھا　　بارہ باٹ آپ ہُوا لیکن نہ تیرہ میں رہا
بات کی چوٹ پڑی دل پہ نہ یہ سر میں لگی　　سختیِ دل سے مگر جونک پتھر میں لگی

جب سُولوں کی کُھلی آنکھ تو آیا یہ نظر — کہ گھرا مجمعِ اشرار میں ہے خیرِ بشر
کھینچا پطرس نے وہیں اپنی کمر سے خنجر — وار خالی نہ تھا ملکس کا لیا کان کتر
بولا پطرس سے خداوندِ معافی بس کر — گوشمالی کے لئے ہے یہی کافی بس کر
سچ مَیں کہتا ہوں کروں باپ سے درخواست اگر — بھیج دے بارہ تمن سے بھی زیادہ لشکر
رحم سے رکھتے ہوئے رحم کو پھر مدِّ نظر — کان ملکس کا چُھوا کر دیا اچھا چھو کر
سرِ کفّارۂ اعجاز قناعت کر دی — جُرمِ پطرس کی شفا دیکے شفاعت کر دی
جُھک پڑا مثلِ کماں آپ پہ جب جمِ غفیر — دُور اُستاد سے شاگرد ہوئے صُورتِ تیر
کی یہودا سے خداوند نے شیریں تقریر — کیوں میاں بوسہ سے تُو مجھکو کراتا ہے اسیر؟
بیوفائی نے تو وفاداری کا کھویا بیڑا — آشنائی کا مگر تُو نے ڈبویا بیڑا
دیکھتے ہیں کسی مے نوش کو جب ہم مخمور — یاد آجاتا ہے یُوحنا کا ہمیں قتل ضرور
بوسہ بازی کا بہم دیکھ کے رائج دستور — کیوں نہ یاد آئے یہودا کا خطرناک قصور
یُوں محبت کو عداوت کا سبب اُس نے کیا — کیوں نہ سر پیٹے محبت کہ غضب اُس نے کیا
تھی کسی شخص کے گھوڑے پہ لُٹیرے کی نظر — تیز پرواز پریزاد پری گونہ تھے پر
تھی اُڑان ایسی کہ لے برقِ جہندہ کی خبر — تھا عراقی سے وہ خوشتر عربی سے بہتر
گو لُٹیرا تھا بہت دُور کی لانے والا — تو بھی گھوڑے کے نہ تھا پاس تک آنے والا
جب کسی چال سے ہتھے ہی وہ گھوڑا نہ چڑھا — کاوہ دے کر وہ لُٹیرا بھی نئی چال چلا
دوڑ کر دھوپ میں ریتی پہ کہیں لیٹ رہا — جیٹھ بیساکھ کا سُورج تھا بدن جلنے لگا
اصل کی طرح سے مصنوعی بخار آ ہی گیا — اور وہ گھوڑا بھی لئے اپنا سوار آ ہی گیا

۱۴۷ اُس نے سمجھا کہ یہ بیمار مسافر ہے پڑا ہائے کیسا ہے بُخار اس بھلے مانس کو چڑھا
کُود کر گھوڑے سے نزدیک لُٹیرے کے گیا پُوچھا جائیگا کِدھر اور کہاں گھر ہے تِرا
بولا جانا ہے یہاں سے کوئی دو کوس مجھے کون لیجاتا ہے۔ آتا ہے یہ افسوس مجھے

۱۴۸ ہوگیا رحم سے مجبور جو سُنکر یہ سوار اُس کو گھوڑے پہ چڑھایا اُسے جانا لاچار
اب لُٹیرے کو کوئی تپ تھی نہ گرمی نہ بُخار ایڑ گھوڑے کو لگاتے ہی ہوا سے تھا دوچار
پہلے دُلکی سے گیا بعدہٗ آئی سرپٹ ٹاپتا رہ گیا مالک وہ لگائی سرپٹ

۱۴۹ تب دی آواز لُٹیرے کو کہ ٹھہرو بھائی مجھکو گھوڑے کا نہیں رنج کوئی او بھائی
چال جو تم ہو چلے اُس کو پرکھ لو بھائی ہے سوال ایک جو اب اُس کا مجھے دو بھائی
رحم کرنا کِسی لاچار پہ درکار نہیں لوگ سمجھینگے لُٹیرا ہے یہ لاچار نہیں

۱۵۰ ایسے ہی تو یہ یہوداہ کیا چُوم کے کام ہوگیا بوسہ محبّت کا اِسی سے بدنام
یہ نہیں صرف یہوداہ ہی کے سر پر الزام مُلزم اس میں ہیں بہت شخص وہ ہوں خاص کہ عام
کام وہ کرتے ہیں جو ذکر کے لائق بھی نہیں کیوں تردّد میں ہوں اس فکر کے لائق بھی نہیں

۱۵۱ خود خداوند نے فرمایا یہ ہرچند مجھے دیتے ہیں ایسے لقب کرنے کو خورسند مجھے
جب یہ کہتے ہیں خداوند خداوند مجھے تلخیِ زہر حلاوت میں ہے یہ قند مجھے
صاف ہیں ان سے کہونگا ہو مِرے پاس سے دُور تم نے اُمید وہ رکھی جو نہ تھی پاس سے دُور

باغ گن سمنی خداوند کے کس کام آئے گھر کے بھیدی کا لگے ہاتھ تو لنکا ڈھائے
بھیڑ کو بھیڑیئے خونخوار پکڑ کر لائے گرگ بیرت تھے بزرگ آپ بنے منہ پھیلائے
دین کے بھیس میں دُنیا کے پرستار تھے یہ منہ میں کچھ دل میں کچھ اِس طرح کے مکّار تھے یہ

بیٹھے خود مسندوں پہ صدر عدالت کے شریک — عام فقیہی کی پوزیشن میں خداوند تھا ٹھیک
پہلے تحقیق سے ملزم تھا وہ اُن کے نزدیک — رُکنِ اعظم کئے جاتا تھا سوالاتِ رکیک
اُن میں سچائی جو پوری نہ کہیں آدھی تھی — تھا یہ ہر یک کا جواب آپنے چپ سادھی تھی
علم ظاہر میں ہو گو کیسا ہی علاّمۂ دہر — علم باطن کا نہ ہونا ہے مگر کھانے میں زہر
یہ تو ساکت ہے مگر سطح پہ ہے لہر پہ لہر — کر کے یہ صدر عدالت بھی بنی موردِ قہر
یہ نہ جانا کہ خداوند کا فرزند ہے یہ — ظاہر انسان تو باطن میں خداوند ہے یہ
اکم کی اِن ذات شریفوں نے شرافت اُسکی — سمجھے کچھ امرِ خفیف آہ مخافت اُس کی
مسخرے سمجھے ہنسی ٹھٹھہ ظرافت اُس کی — مُنہ پہ تھوکا یہ ہوئی گویا ضیافت اُس کی
مُدعی جھوٹے تھے دعویٰ تھا سراسر جھوٹا — محکمہ جھوٹا تھا حاکم بھی تھا بڑھکر جھوٹا
جھوٹ درپیش تھا اور جھوٹ پہ باندھی تھی کمر — مل کے طے کرنا پڑا جھوٹ کا لمبا تھا سفر
دو گواہ اور بھی جھوٹے لئے مخلوط بشر — خیر سے جھوٹھ میں ٹھہرے نہ کسی سے کمتر
ان کا اظہار تھا ہیکل کے گرا دینے پر — تیسرے روز نئے سر سے اُٹھا دینے پر
جھوٹ جو اُن کے دلوں میں تھا وہ مُنہ پر آیا — وہ نہ نکلا جو خداوند نے سچ فرمایا
اِن گواہوں نے مگر ہم کو نہ یہ سمجھایا — کیا ہے ہیکل یہ سمجھتے بھی ہیں اس کو آیا
اِن بھلے مانسوں سے پوچھو یہ بولے جیسے — تین دِن میں بھلا بن سکتی ہے ہیکل کیسے
اصلیت کیا ہے اِس افسانۂ نوساختہ کی — کیا ہے فہمید گواہانِ خرِ دباختہ کی
کچھ نہیں اِن کو خبر پیش و پس انداختہ کی — پٹھا اُلّو کا ہے ایک ایک ہے دُمِ فاختہ کی
یہ نہ سمجھے کہ بتا دیگی ہماری باتیں — مدعیوں نے سکھائی ہیں جو ساری باتیں

۱۵۹ واقعہ یُوں ہے جو ہیکل کو کیا آپ نے صاف   جو فریسیوں کے تھا میلِ طبیعت کے خلاف
دیکھ کر اپنے منافع کا سراسر اتلاف   حق میں ہیکل کے وہ کیا کرتے مناسب انصاف
اُلٹے جھگڑے یہ حکومت یہاں ہم کو دکھا   کیوں یہ کرتا ہے۔ کیا ہے تو نشاں ہم کو دکھا
۱۶۰ آپ بولے جو نشاں کرتے ہو یہ مجھ سے طلب   ڈھا دو ہیکل یہ تم اور بعد ازاں دیکھو گے سب
تین دن میں پھر اُٹھا دُونگا اُسے گو ہو عجب   سامعین اِس کا سمجھ سکتے ہیں خود ہی مطلب
جان سے مارینگے کہتا ہے یہودی مجھکو   زندہ ہو جاتا ہے پھر تیسرے دن ہی مجھکو
۱۶۱ بات کیسی بھی کیا اس کا بتنگڑ کیسا   دِل کا کالا تھا ہر ایک لال بجھکڑ کیسا
ظلم کی آندھی تھی ظلمت کا تھا جھکڑ کیسا   ضد سے وہ اڑ گئی یہ ہٹ سے گیا لڑ کیسا
پڑ گیا جبکہ جوابات کے چکر میں سوال   رکنِ اعظم نے کیا آپ سے آخر میں سوال
۱۶۲ کیا تُو اُس اقدس الاقدس کا بیٹا ہے مسیح   غلطی میں نہ رہیں ہم جو بتا دے تو صحیح
بولا تُو کرتا ہے کیوں اس کی زیادہ تنقیح   جو کہے آپ ہی پھر اس کے سوا صاف و صریح
باپ کے دہنے جگہ پاتے ہوئے دیکھے گا   بادلوں پر بھی اُسے آتے ہوئے دیکھے گا
۱۶۳ رکنِ اعظم نے سُنا ہوشربا جب یہ سخن   پیرہن چاک گریباں سے کیا تا دامن
حیف پیدا نہ ہوئی کوئی بھی دل میں اُلجھن   تا کہ بےجرم کے خوں پر نہ وہ کرتا قدغن
مختلف کفر سمجھنے میں نہ رائے ہوئے   واجب القتل ہے سب متفق الرائے ہوئے
اے خداوند خدا ابنِ خداوند خدا   صبر و برداشت کا میدان ترے ہاتھ رہا
تجھ پہ کیا کیا نہ ستم صدرِ عدالت نے کیا   کی نہ اُف تک نہ تھا لبوں پر کوئی شکوہ نہ گلا
پس اسی وجہ سے مسجودِ خلائق تُو ہے   گھٹنے سب جھکتے ہیں معبودِ خلائق تُو ہے

صبر و برداشت یہی دل کو بنا جائیں حلیم — بُردباری کے نمونہ سے ہمیں دے تعلیم
تیری ہی سی ہو ہمیں راہِ رضا کی تسلیم — ہم ترے نقشِ قدم پر ہوں بدستورِ قدیم
اس پہ اعدا کا نہیں تیروں سے ترکش ہو جائے — پاؤں سے سر نہ سرک جائے نہ سرکش ہو جائے
شب کٹی صدرِ عدالت نے سحر ہوتے ہی — اس سراپائے قیامت نے سحر ہوتے ہی
فتنہ زا بانیٔ آفت نے سحر ہوتے ہی — یعنی اعدا کی جماعت نے سحر ہوتے ہی
آنخداوند کو پابندِ سلاسل لا کر — بابِ پنطوس کی زنجیر ہلائی جا کر
اہلِ فریاد غل و شور مچاتے آئے — شر کے بانی تھے شریروں کو بلاتے آئے
راہ میں گردِ شرارت کی اُڑاتے آئے — شورشِ عام کا یوں رنگ جماتے آئے
پوچھا حاکم نے کہ اس مرد کو کیوں لائے ہو — طُول سے کیا ہے کہو غرض کہ کیوں آئے ہو
جرم تحقیق ہوا تھا نہ ابھی تک کوئی — ان میں زیرک کوئی کرتا تھا تو بک بک کوئی
تھا یقین اُن کو نہ کہ بیٹھے کہیں شک کوئی — تھا نہ اِس سودے کا اِس ہاٹ میں گاہک کوئی
گول اک بات کہی اور وہ کیا کہہ پاتے — یہ جو بدکار نہ ہوتا تو اسے کیوں لاتے
یہ جو ایوانِ کچہری میں نہ جا سکتے تھے — کچہریاں اپنی جو باہر ہی لگا سکتے تھے
دَم تو مچھر سے گھٹے اُونٹ چبا سکتے تھے — خُون بے جرم کا پانی سا بہا سکتے تھے
عید بیدینی نے دِل میں جو جگہ پائی تھی — ہوں ناپاک کہ اب تک نہ فسح کھائی تھی
کون تھا شرع کا پابند ذرا سوچو تو — یہ فریسی کہ خداوند ذرا سوچو تو
مگر کس کا ہے قرا گند ذرا سوچو تو — کس میں ہم کس میں ہے گلقند ذرا سوچو تو
وقت پر کھائی فسح اُس نے وہ محروم ہے — رات بھر درپئے خونریزیٔ معصوم ہے

١٧١ بیٹھا مسند پہ پلاطس ہے خداوند کھڑا — اتفاق آج یہ اُفتاد سے کیا آکے پڑا
دیکھو حاکم جو یہ چھوٹا ہے تو محکوم بڑا — تن بہ تقدیر تھا تدبیر سے مقسوم لڑا
موقعہ ہاتھ آیا تھا قسمت بنے پلاطس کے لئے — چھوڑ دیتا جو مسیحا کو تھا فخر اُس کے لئے

١٧٢ دُور اندیش نہ تھا بلکہ نہ تھا موقع شناس — بُزدلا۔ لالچی کر بیٹھا مگر پاس کا پاس
لعنتِ عام سے تبدیل کیا حق بپاس — چھوڑتے چھوڑتے رُک گیا وہمی خنّاس
خود کہا جانچ کے جب جانچ میں آیا نہ قصور — مُدّعیوں سے کہ میں نے کوئی پایا نہ قصور

١٧٣ مُدّعی جان کے بھوکے تھے بڑے تھے بیدرد — نرم کیا ہوتے بڑے دِل کے کڑے تھے بیدرد
ٹھٹ کے ٹھٹ بھیڑ لگائے یہ کھڑے تھے بیدرد — ہٹ سکتے کیا ہٹیں اس ہٹ پہ اڑے تھے بیدرد
بولے کُل مُلک میں یہ قوم کو بہکاتا ہے — جزیہ قیصر کو نہ دینا یہی سمجھاتا ہے

١٧٤ مُختصر قصہ ہے یہ بھی نہ بہت طُول و طویل — آپ نے شادیٔ شہزادہ کی دی تھی تمثیل
اُس میں آئے نہ بُلائے ہوئے ایسے تھے ذلیل — اِن ہی حضرات پہ جب ہو گئی چسپاں یہ دلیل
کی یہ تجویز کہ کیسے اسے باتوں میں پھنسائیں — کاش پھنس جائے یہ گھاتوں میں تو پھانسی چڑھائیں

١٧٥ گٹھ کے آپس میں ہیرودیسیوں کی لیکے مدد — بُغض کی دِل میں گرہ رکھ کے بقصدِ کاوش و کد
آنخداوند کے پاس آ گئے جب اہلِ حسد — پہلے خوش خُلقی سے آداب بجا لائے یہ بد
پھر کہا۔ عرض کیا جائے روا ہے کہ نہیں — جزیہ قیصر کو دیا جائے روا ہے کہ نہیں

١٧٦ چال کا جال بنا لائے فریبی مکّار — اُڑتی چڑیا کے پھنسانے کو کہ اچھا ہے شکار
آپ کترائے مگر بھانپ کے اُن کی رفتار — مجھکو سکہ تو دکھاؤ یہ کہی اُن سے گفتار
یہ ہے سکہ۔ کہا چہرہ یہ بنا ہے کس کا — بولے قیصر کا۔ کہا دو اُسے حق ہے جس کا

۱۷… قصہ اصلی یہ ہے جس کو بدلتے ہیں یہاں
کیا ہی راہ یہ تحریف کی چلتے ہیں یہاں

کھا گئے منہ کی وہاں اُلٹی اُگلتے ہیں یہاں
اپنے ہی جال میں پھنس کر یہ نکلتے ہیں یہاں

پُوچھا پنطوس نے کیا کہتے ہیں یہ تجھکو بتا
بادشہ کیا تو یہودیوں کا ہے مجھکو بتا

۱۷… بادشاہی کا دیا یوں جو پلاطس نے خطاب
تُو ہی خود کہتا ہے مُنجی نے دیا اُس کو جواب

بولا پنطوس یہ سُنتے ہی بصد استعجاب
مَیں نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں یہودی ارباب

لیکن افسوس اُنہیں نے تو پھر انکار کیا
کب کیا۔ شاہیٔ قیصر کا جب اقرار کیا

۱۷… عُذر بیجا ہے کہ معلوم نہ تھا اُن کو صحیح،
بادشہ اُن کا یہی تو ہے خداوند مسیح

جبکہ میکا کے صحیفہ میں لکھا ہے یہ صریح
خود ہیرودیس نے کروائی تھی اِس کی تنقیح

جب مجوس آئے تھے تارا جب اُنہیں لایا تھا
جب ہیرودیس معہ شہر کے گھبرایا تھا

۱۸… جبکہ قیصر کا یہ فرمان ہُوا تھا جاری
ہو قلمبند حکومت کی رعایا ساری

یُوسف اور مریم صدیقۂ اقدس کنواری
پہنچے تھے بیت لحم میں تو تھا مجمع بھاری

نہ مکانوں میں جگہ تھی نہ سرا میں جا تھی
اصطبل ہی ہو زچا خانہ یہ جا میں جا تھی

۱۸… بادشہ کہکے لیا اُس کا مجوسیوں نے نام
اور فریسیوں نے مُولِد کا بتایا تھا مقام

قتل بچہ بھی ہیرودیس نے کرائے تھے تمام
بادشاہت کا نہ رونا تھا تو کیوں تھا کُہرام

دو ولے مُنہ سے یہ کہہ کہکے مکر جاتے تھے
تب اُٹھائے نہیں اُٹھتی تھی جو دَھر جاتے تھے

۱۸… بات پر بات کئے جاتے تھے کھولے تھے دہن
کُفر کار کھتے تھے کف مُنہ میں یہ گرگان کہن

دستِ حیرت تھا پلاطوس کا پکڑے دامن
آپ خاموش تھے گویا تھا زباں پر یہ سخن

گو مقالے بہ مقالے کہ ز جاہل باشد
چہ جوابے بہ سوالے کہ ز جاہل باشد

۱۸۲ بادشاہت کا کیا جبکہ پلاطُس نے سوال ۔۔۔ آپ سمجھے کہ مناسب ہے یہی جائے مقال
آپ بولے کہ حقیقت میں ترا سچ ہے خیال ۔۔۔ خواب اِس عالمِ فانی کا مگر دل سے نکال
ورنہ میداں میں اُترتی وہ چڑھائی کرتی ۔۔۔ تیرے لشکر سے مری فوج لڑائی کرتی
۱۸۳ بیکسی سے میں گرفتار نہ ہوتا زنہار ۔۔۔ دیکھ تنہا ہُوں نہیں کوئی مرا پیروِ کار
ملزموں کی طرح تُو مجھ سے نہ لیتا اظہار ۔۔۔ شور و شر ایسا شرارت سے نہ کرتے اشرار
کیا تُو ہے بادشہ؟ پنطوس نے تب اُس سے کہا ۔۔۔ بادشہ ہُوں میں یہ بیچی نے پلاطُس سے کہا
۱۸۴ آیا دُنیا میں ہوں تا دُوں میں گواہی حق پر ۔۔۔ وہ جو حق سے ہے وہی سُنتا ہے میری آ کر خبر
کیا ہے حق؟ اتنا پلاطوس نے اُس سے کہکر ۔۔۔ اپنے ایوان کچہری سے خود آیا باہر
اُن سے بولا کہ میں تفتیش کئے جاتا ہُوں ۔۔۔ یہ ہے تحقیق کہ کچھ جُرم اس میں نہیں پاتا ہُوں
۱۸۵ دیکھو اس عیدِ فسح میں ہے تمہارا دستور ۔۔۔ ایک قیدی کو وہ کوئی ہو رہائی دُوں ضرور
اب براّس یہاں ایک ہے ڈاکو مشہور ۔۔۔ دُور و نزدیک کی ہے جس سے رعایا رنجُور
چھوڑدوں مُجرم کو کہ بیجرم و خطا کو چھوڑو ۔۔۔ چھوڑوں قزّاق کو یا مردِ خدا کو چھوڑوں
۱۸۶ لیکن افسوس کہ غمّاز فریبیوں نے ۔۔۔ حیلہ انگیز دغا باز فریبیوں نے
کر کے بلوا ہُوں سے ساز فریبیوں نے ۔۔۔ کہدیا ہو کے ہم آواز فریبیوں نے
سُن ہماری یہ تمنّا ہے براّس کو چھوڑ ۔۔۔ دے صلیب اُس کو جو عیسےٰ ہے براّس کو چھوڑ
تازیانہ تھی پئے پُشتِ پلاطُس یہ صدا ۔۔۔ کوڑے لگوائے خداوند کے اے یارِ خدا
کھٹ پڑی کیونکہ چھت ایوان کچہری کی فدا ۔۔۔ ایسا دبتا کہ اُبھرتا نہ دبانے والا
بُزدلی سے یہ زبردست جو لوئی بر ہُوا ۔۔۔ شورِ عام اُس کے دبا بیٹھنے کو شیر ہُوا

تاج کانٹوں کا بنا کر سرِ اقدس پہ دھرا درد سے خارِ دل علّتِ حقیقی میں چُبھا
نوکیں کانٹوں کی چُبھیں خونِ بہت سر سے بہا سُرخ چہرہ ہُوا اور چاہِ زنخداں بھی بھرا
جوشِ خُوں دیکھکے یہ خونِ رواں جوش میں تھا عام بیہوش بنے تھے اُن کا غضب جوش میں تھا

چمچماتی ہوئی ایک قرمزی پوشاک تھی جسمِ مضروبِ خداوند کو پھر پہنا دی
اُس کو آدابِ شہانہ بھی بجا لائے شقی گو کہ ظاہر میں تمسخر کی تھی نیّت اُن کی
دستِ غیب اپنا مگر کام کئے جاتا تھا عہدۂ بادشہی اُس کو دیئے جاتا تھا

اب پلاطُس لئے سفارش پہ کسی اپنی کمر لایا اس ہیئتِ شاہانہ سے اُس کو باہر
تاکہ سفاک فریسیوں کے ہو دل پہ اثر موم ہو جائے کسی طرح پگھل کر پتھر
اس میں کچھ جرم نہیں اس کو تمہیں جانچ لو خوب بادشہ ہے یہ تمہارا اسے پہچان لو خوب

بیوقوفی نہ کرو ہو گئے ہوئے مردِ عقیل اس کی تصلیب سے کیوں قوم کو کرتے ہو ذلیل
اس کی کثرت سے نہ ہو سلطنتِ رومہ قلیل کچھ تغیر نہیں اب رائے کو کر دو تبدیل
کر کے تنبیہ اسے چھوڑ دوں بہتر یہ ہے کر کے منّت کا احسان لوں بہتر یہ ہے

اس سے پڑتی نہ ہو گو سلطنتِ رومہ پہ زد اس کے بے مارے مرے جاتے ہیں یہ اہلِ حسد
اس کی تعلیم سے ہیں ان کی ریاکاریاں رد خیر اندیش وہ اِن کا یہ اُسے کہتے ہیں بد
یہ نہیں چاہتے ہیں سلطنتِ حق آئے خواہ ہیکل پہ اسی رومہ کی بیرق آئے

اے مسیحی تو سمجھ تیرے خیالات ہیں کیا واقعاتِ کہنہ کا کشف حالات میں کیا
کیا جوابات میں اور تجھ سے سوالات میں کیا تیرے افعال اگلے درپئے بہ زوالات ہیں کیا
مختلف گرجوں میں احیانا اگر آئے مسیح کیا اِن آئینوں میں شکل کوئی پائے مسیح

19۷ بہ قیاس اپنا ہے اِس میں جو غلط ہو تو خیال ۔۔۔ ہیں پلاطُس کی اسی چال کی اکثر اشکال
چال بیڈھنگی ہماری ہے سر اُس کے ہے وبال ۔۔۔ کیا مسیحیوں کی ہے غیر مسیحیوں میں چال
کج روی رفتار کے کانٹوں سے بناتے ہیں تاج ۔۔۔ غیر عیسائی یہ اُس کے لئے لاتے ہیں تاج

19 پوپ ہے لارڈ بشپ آرچ بشپ تا بہ بشپ ۔۔۔ فادر اور پادری رکھتے ہیں جو عہدوں کی ٹپ
اختلافاتِ عقائد کی جو چڑھ جاتی ہے تپ ۔۔۔ رب کے سب ہوتے نہیں بحرانِ دوران کی گپ
یہی کانٹے ہیں جنہیں غیر مسیحی پا کر ۔۔۔ رکھتے ہیں سر پہ خداوند کے بس لا لا کر

19 باہمی رنج و کدورت و بغض دل آزار کے خار ۔۔۔ جنگ کے ٹھنٹھے کے جھگڑے کے تکرار کے خار
چربی کے بھنگی کے افیونی کے مے خوار کے خار ۔۔۔ اُونچ کے نیچ کے سرمایۂ پندار کے خار
غیر عیسائی یہ عیسائیوں سے لیتے ہیں ۔۔۔ تاج میں رکھ کے خداوند کو دُکھ دیتے ہیں

1 بُغض اور رشک و عداوت کئی خارستاں ۔۔۔ ضدِ تنظیم جماعت کے کئی خارستاں
مختلف طرزِ عبادت کے کئی خارستاں ۔۔۔ فرع کیا اصل کی بدعت کے کئی خارستاں
بس یہی کانٹے جو اس تاج میں لگ جاتے ہیں ۔۔۔ اِن کے چُبھنے سے خداوند یہ دُکھ پاتے ہیں

1 ہو جو کمزور جماعت میں دبانا اُس کو ۔۔۔ متفق ہو کے گرا دیں نہ اُٹھانا اُس کو
پاس آنا بھی ہو تو دُور ہٹانا اُس کو ۔۔۔ کر کے پامال یُوں مٹی میں ملانا اُس کو
بن گیا کانٹا یہی اُس تاج میں جا لینا ہے ۔۔۔ یہ بھی چُبھ چُبھ کے خداوند کو دُکھ دیتا ہے

آج کتنے ہیں جماعت میں جو پاس یہاں ۔۔۔ جیسے گرجہ میں فرشتوں کے تھا ایک مرد وہاں
چشم پوشی سے نہیں کوئی بھی اِن کا نگراں ۔۔۔ اِن کی تعریف میں منہ سوکھتے میں تیرے ہے زباں
یہ بھی کانٹا ہے اسی تاج میں پنہاں دیکھو ۔۔۔ ہے خداوند کو تکلیف دہ جاں دیکھو

۲۰ ان فریبیوں کو گو اُن کو رجھایا ہر چند — مُفت احسان کرم داشتن آیا نہ پسند
بولے حاکم سے کہ یہ طرز نہیں فائدہ مند — دے صلیب اس کو ہمیں نفع ہو یا اس میں گزند
دوں صلیب اُس کو قصور اس میں نہیں کوئی بھی — بیوقوفی ہے شعور اس میں نہیں کوئی بھی
۲۰۱ تب بولے کہ وہ بنتا ہے خدا کا بیٹا — واجب القتل شریعت کا ہے اُس پہ فتوا
ہیں ہوں حیرت میں پلاطس نے کیوں اُن سے کہا — تم تو خود کہتے ہو ہم سب میں بشر ہو کے خدا
تم خدا ابن کے سمجھتے ہو کہ ڈر کس کا ہے — کہہ دے بیٹا ہوں خدا کا یہ جگر کس کا ہے
۲۰ اب گنو اپنی شریعت میں کہ کتنے ہیں خدا — ایک تو ہے آپ خدا۔ دوسرا حضرت موسا
تیسرا بُت ہے تو ابلیس ہے ان میں چوتھا — پانچواں پیٹ خدا ہے چھٹا حاکم اپنا
یہ خدا ابن کے نہ یوں قتل کے لائق ٹھہرے — صرف بیٹا ہو وہ کیوں قتل کے لائق ٹھہرے
۲۰ برخلاف اس کے یہ سنتے ہی وہ نادان ڈرا — ہو کے حیران خداوند مسیحا سے کہا
کیا بُرائی ہے نہیں بولتا کیوں چپ ہے بھلا — اختیار اور میری قدرت کو نہیں جانتا کیا
خواہ ماخوذ کروں خواہ صفائی دیدوں — خواہ مصلوب کروں خواہ رہائی دیدوں
بات حق تھی مگر اس حق پہ عمل تھا مشکل — گرگ درندہ فریسی تھے پلاطس بزدل
ڈھونڈھتا تھا کہیں مل جائے اُسے چھوٹنے کا حل — تا ہو ان بلیوں کے خوف سے اُس میں داخل
کاہن اور عام اُسے بھوت نظر آتے تھے — کیا جمیں ہاؤں کہ جم دوت نظر آتے تھے
اب جگانے کو پلاطس کے جو تھا خفتہ ضمیر — اُس کی بی بی نے خبر دی۔ وہ تھی بیدار ضمیر
اس نکوکار سے جو واقعی ہے بے تقصیر — رکھ نہ کچھ کام مرے خواب کی یہ ہے تعبیر
میں جو بے چین رہی اُس کے سبب سے شب بھر — رات آنکھوں میں کٹی رنج و تعب سے شب بھر

٢٠٧ آج کل کتنے ہیں حکام پلاطوس مزاج — فیصلہ اُس کا بھی کل ہوگا جو کرتے ہیں وہ آج
پنجۂ بازِ عدالت میں پھنسینگے دُرّاج — کرلیں کیسا ہی وہ اب تختِ عدالت کو راج
بدتر از مُردہ کرے اُن کی ہی کرتوت اُنہیں — تختِ طاؤس بنے تختۂ تابوت اُنہیں

٢٠٨ آپ بولے کہ کرے گو تُو سپید اور سیاہ — تو بھی اُوپر ہی سے یہ تجھکو بلا خواہ مخواہ
کردیا جس نے حوالہ ترے ہو جا آگاہ — کم خطا تیری ہے اور اُس کا زیادہ ہے گناہ
اختیار ایک بھی ورنہ نہیں تیرا مجھ پر — بس یہی فیصلہ ہے دیکھ یہ میرا تجھ پر

٢٠٩ سُن کے یہ چونک پڑا اپنے سے حاکم کا ضمیر — پھر لگا کوشش میں رہائی کی ہو کوئی تدبیر
مدّعیوں سے کہا زندہ دکھا کر تصویر — بادشہ دیکھ لو اپنا کہ وہ ہے بے تقصیر
سُن کے چلّائے سب اشرار کہ لے جا لے جا — تُو صلیب اس کو اسی کل پہ چڑھا لے جا

٢١٠ فعلِ مختاریٔ انسان و الٰہی تقدیر — پائے آزادروی میں نہیں رکھتے زنجیر
اپنی مرضی تھی پلاطس کی نہ دیتا تعذیر — دی جو تعزیر تو کی اپنی رضا سے تقصیر
تھی جو تقدیرِ الٰہی کہ خداوند مرے — لگ گیا فتوے شاہی کہ خداوند مرے

٢١١ مرضیاں دونوں ہیں تقدیرِ الٰہی ہیں یہاں — ایسی ہی موقعِ نازک پہ ہیں محتاجِ بیاں
پردۂ راز میں پوشیدہ جو رہتی ہے نہاں — بازپرس اُس کی نہیں اس سے بری ہیں انساں
اس کی تنظیم ہے فطرت کے قوانین کے ساتھ — کچھ تعلق نہیں ایمان کے اور دین کے ساتھ

٢١٢ ظاہری مرضی بتاتی ہے مُشرّح احکام — اُس کی مرضی ہے عیاں ان میں بتفصیل تمام
اِس کو کہتے ہیں شریعت کہ زباں میں الہام — سب پہ یہ فرض ہیں واجب ہیں وہ ہوں خاص کہ عام
جو کچھ انسان کو کرنا ہے دس احکام میں ہے — جو نہ کرنا ہے کہ ڈرنا ہے دس احکام میں ہے

۲۱۲ جب پلاطوس نے دیکھا کہ دو کاوش ہے بہت
شر فریسیوں میں اور بھیڑ میں شورش ہے بہت
اُس کو مصلوب کئے جانے کی کوشش ہے بہت
ظلم و انصاف میں جانکاہی کاوش ہے بہت
عدل کہتا ہے اُسے چھوڑ دے قانون ہے تو
ظلم کہتا ہے کہ فتویٰ دے نہ ڈر خون سے تو

۲۱۳ دیکھا سودائیوں کا جوش جو وابستۂ خوں
بیوقوفی کا پلاطس کے چڑھا سر پہ جنوں
پانی منگوا کے کہا ہاتھ میں اپنے دھوؤں
پاک میں اس کے لہو سے ہوا ان سے کہدوں
یہ نہ پانی سے دُھلے کہتا تھا دل کا دھڑکا
خون کا داغ ہے دھبہ ہے نہیں کیچڑ کا

۲۱۴ ہاتھ دھوتے ہوئے دیکھا جو یہودیوں نے
جوشِ خوں نوش میں بہوش بہک کر بولے
خون گردن پہ ہماری یہ گلے تک پہنچے
صرف ہم پر تو کیا اولاد کے اوپر بھی رہے
سچ بھی ہو کر ہی رہا دیکھنے میں آیا ہے
جس زمیں پر ہوا یہ خوں بنکے شفق چھایا ہے

۲۱۵ لاکھوں ہی قتل یہودی ہوئے اولاد سمیت
ان کی اولاد پہ آیا لہو اجداد سمیت
ہر جگہ جاتے ہیں گر پڑ کے یہ افتاد سمیت
ان میں ایماں بھی اگر ہے تو ہے الحاد سمیت
مٹ گئے لٹ گئے گھر چھٹ گئے آوارہ ہیں
کٹ گئے قوم سے اور کٹ گئے آوارہ ہیں

۲۱۶ دیر سے ٹال رہے تھے جسے آئی وہ گھڑی
رہتی ہے ظالم و مظلوم کے سر پر جو کھڑی
جس کی آمد کے لئے رب کی کوشش تھی بڑی
دیکھیں کس طرح سے طے ہوتی ہے منزل یہ کڑی
اب جگر تھام لیں اس نظم کے پڑھنے والے
ضبط سے کام لیں اس نظم کے پڑھنے والے

۲۱۷ آہ کیا ظلم تہہِ عرشِ بریں ہوتا ہے
پارہ پارہ دلِ مغموم و حزیں ہوتا ہے
یہ ستم روئے زمیں پر بھی کہیں ہوتا ہے
ہاں یہ رومہ کی عدالت میں یہیں ہوتا ہے
حق میں بےجرم کے فتویٰ ہے نظر خوب کرو
جڑ دو کیلوں سے ابھی کاٹھ پہ مصلوب کرو

۲۱۹ کیا نہ مخفی ضابطۂ رومہ میں اس کی تھی سبیل — جس سے بل جاتی فریقین کو میعادِ اپیل
حکم ہوتے ہی ہوئی حکم کی پھر کیوں تعمیل — کوئی پوشیدہ سبب ہوگا جو کر دی تعجیل
آخر الامر اسی کا تو یہ انجام ہوا — قیصرِ رومہ سے یہ موردِ الزام ہوا

۲۲۰ اے خداوند خدا میرا زیادہ ہے گناہ — میں سیہ نامۂ اعمال بھی میرا ہے سیاہ
کر رہی مجھ پہ بھی اب کی تھی جو پطرس پہ نگاہ — زار و زار اشک ہوں آنکھوں سے رواں دل سے ہو آہ
مجھکو بھی ساتھ لئے چل کہ مروں تیرے ساتھ — شاہ من شہ یہ دیئے چل کہ مروں تیرے ساتھ

۲۲۱ چار دن ہو گئے کھانا نہ ملا کھانے کو — گبر خود پیتے تھے پانی ترے ترسانے کو
غش پہ غش آتے تھے کمزوری بڑھا جانیکو — چھینٹے دیتا تھا عرق ہوش میں لے آنے کو
سختیاں اپنوں کی غیروں کی کڑی جھیلے ہیں — وہ جو پاپڑ تھے ہمیں بیلنے خود بیلتے ہیں

۲۲۲ اب صلیب اس سے سپاہیوں نے اٹھوائی ہے — بیکسی وڑھی سہارے کے لئے آئی ہے
کوئی ساتھی نہیں ساتھی ہے تو تنہائی ہے — شور و شر کے لئے ایک مجمع غوغائی ہے
تن ہی تنہا جسے بھاری ہو اٹھا وہ صلیب — زندگی سے بھی جو بھاری ہو اٹھائے وہ صلیب

۲۲۳ سر اٹھانے کو صلیب لے قدِ آزاد جھکا — تیری تعظیم کو ہر غیرتِ شمشاد جھکا
ہو کے خود خم فلکِ بانیٔ بیداد جھکا — میں بھی کرتا ہوا یہ نالہ و فریاد جھکا
آ مسیحا مرے دل میں غمِ عالم ہو کر — بار ہائے غمِ عالم سے رہوں خم ہو کر

۲۲۴ تیرے ضعف کے صدقہ تری ہمت کے نثار — تیری بردانت کے صدقہ تری جرأت کے نثار
صدقہ فاقوں کے تری پیاس کی شدت کے نثار — تیری تکلیف کے اور تیری مصیبت کے نثار
جان قربان تری ذلت و رسوائی پر — بے مددگاری و بے یاری و تنہائی پر

۲۲۵ کیوں صلیب اُٹھتی نہیں کس لئے یہ بھاری ہے
اِس پہ کیا سارے ہی عالم کی گنہگاری ہے
لعنت و قہرِ الٰہی غضبِ باری ہے
اِس پہ کیلوں سے جڑے جانے کی تیاری ہے
رحم و انصاف کی میزان اسی پر ہو گی
وزنِ لاچاریٔ انسان اِسی پر ہو گی

۲۲۶ یہ حکایت ہے کہیں ایک روایت میں رقم
جب صلیب اپنی لئے مردِ غم و رنج و الم
جاتا تھا کھاتا ہوا ٹھوکریں ہر گام و قدم
دم کے دم کے لئے لیتا تھا کہیں رہ میں دم
ایک یہودی کے اسی بارِ گرانبار کے ساتھ
ہو گیا پیٹھ لگا کر کھڑا دیوار کے ساتھ

۲۲۷ شور و غل سُن کے وہ مردک نکل آیا باہر
بولا اُس مردِ الم سے کہ چلا جا نہ ٹھہر
وہ بھی چلتا ہوا غمناک یہ اُس سے کہکر
آج سے تو بھی چلا جا نہ ٹھہر آٹھ پہر
جبتک آ جاؤں نہ واپس یونہی چلتا تو رہے
یونہی چلتا تو رہے بس یونہی چلتا تو رہے

۲۲۸ کہتے ہیں اب بھی رواں صورتِ پرکار ہے وہ
دائرہ ہی میں رواں صُورتِ پرکار ہے وہ
گہ یہاں گاہ وہاں صورتِ پرکار ہے وہ
یونہی چکر میں یہاں صُورتِ پرکار ہے وہ
ہو گی اِس دہر میں جب آمدِ ثانی اُس کی
زجر ہو بہرِ زباں شوخ بیانی اُس کی

۲۲۹ خیر سے ہم میں خود ایسے نہیں کچھ کم ہیں بشر
جو خداوند سے کہتے ہیں چلا جا نہ ٹھہر
دِل میں آیا کئے ہے رشک و حسد فتنہ و شر
صُلح و امن کے شہزادے کا پھر کب ہو گزر
دِل کی دیوار سے لگ کر ہو کھڑا بھی تو ہٹائیں
دُنیوی عیش میں مشغول ہو اُسے کیوں بلائیں

۲۳۰ اب بنا نوے کے پھیر میں رہتے ہیں رہیں
عیش و عشرت سے گھرے گھیر میں رہتے ہیں رہیں
جہل و بطلان کے اندھیر میں رہتے ہیں رہیں
ان کے احوال اگر ڈھیر میں رہتے ہیں رہیں
کام آئے نہ خداوند کی لاچاری میں
خستہ ہو کر یہ پڑینگے ابدی خواری میں

۲۳ آگے رکھنے تھے مگر پیچھے ہی پڑتے تھے قدم — بار برداشت سے باہر تھا اکھڑتے تھے قدم
صورتِ نقشِ قدم ہر قدم اڑتے تھے قدم — ٹھوکریں لگتی تھیں بن بن کے بگڑتے تھے قدم
گر پڑے لیکے صلیب آپ کو تا غور آیا — پھر تو چکرائے سپاہی بھی کہ چکر آیا

۲۳ چار ناچار سپاہی بھی ہوئے اب لاچار — تھے ستم گار وہ ایک شخص کو پکڑا بیگار
آتا تھا شہر کو جاتا تھا لیا اُس کو پکار — لے یہ پہنچا دے صلیب آپ کے ڈیپ اس سے اتار
کیا صلیب آگے نشان فوج کی ٹھہرائی ہے — کلوری جنگ کا میدان تھے صف آرائی ہے

۲۳ پہلے تھی صدرِ عدالت میں شیاطین سے جنگ — دین کے پردے میں بیدینوں کی دین سے جنگ
ان کے خودساختہ آئین و قوانین سے جنگ — بحث سے بحث کے کج بحث مضامین سے جنگ
صبر سے حلم سے برداشت سے تو لڑتا تھا — زور و تذویر سے ہر عربدہ جو لڑتا تھا

۲۳ دوسری جنگ ابلا طوس کے دربار سے تھی — یعنی خود سلطنتِ رومہ کی سرکار سے تھی
دنیوی اسلحہ سے حرب سے پیکار سے تھی — وانی اہل کی بھی نبوت کے ہر آثار سے تھی
مُورتِ آئینہ یا خواب میں آتی تھی نظر کہتے ہیں — شاہ بابل کو جیسے بخت نصر کہتے ہیں

۲ خواب دیکھا تھا پریشان تو پریشان تھا وہ — آئینہ ہو نہ سکا اِس لئے حیران تھا وہ
سرِ تھا فانوسِ خیالی سرِ ہیجان تھا وہ — مثلِ بُتِ بے حس و بے حرکت و بیجان تھا وہ
اہلِ دربار تھے سکتے میں تو کیا کہہ سکتے — بید دھڑک دل کی دھڑک سے بھی وہ کب رہ سکتے

۲ دست بستہ وہ بزانوے شکستہ بولے — داب آداب شہی سے باادب لب کھولے
پہلے جان بخشئ خدام غلاماں ہو لے — ہاتھ پھر دشمنِ جاں جان سے اپنی دھو لے
موجبِ فکر ہے کیا باعثِ تشویش ہے کیا — کیا ہے تشویش شہا مانعِ تفتیش ہے کیا

۲۲ تب شہنشاہِ دمشق نے وزیروں سے کہا جن کو دعویٰ تھا تدبر کا دبیروں سے کہا
مشورت میں جنہیں شہرت تھی مشیروں سے کہا امرافشا طلب آزاد امیروں سے کہا
فالگیروں کو نجومیوں کو داناؤں کو لاؤ ساحروں جوتشیوں پنڈتوں ملّاؤں کو لاؤ

۲۳ خواب دیکھا ہے ہا جس کا نہیں مجھکو خیال تیغ ہیبت سے ہُوا جاتا ہے دِل ڈھلکے نڈھال
لائے وہ آئے رمل پھینکنے والے رمّال عرض کی ایک نے ہاں دیکھ کے کُل صورتِ حال
جال پہ خواب کہیں مل کے کریں ہم تعبیر بہرِ عبرت ہو قلم سر جو ہو مُبہم تعبیر

۲۳ ہو گیا خواب و خیال اُس نے کہا رات کا خواب یاد آتا ہی نہیں بھول گیا تم دو جواب
ورنہ اس جُرم میں دونگا میں تمہیں سخت عذاب راہ سر پر ہو زبردست کی ہیچ ہے جناب
گئے مُہلت کی وہ جب ہاں اگز رپانے ہی دانیال آیا یہ مخدوش خبر پاتے ہی

۲۴ بادشہ سے یہ کہا اُس نے کہ اَے شاہِ عظیم شاہِ کونین جو یکتا ہے خداوندِ کریم
منقلب کرتا ہے جو سلطنتوں کی تقسیم خواب میں تجھ پہ عیاں کردی ہے اُن کی ترمیم
یاد کر سوتے میں جس شکل کی صورت دیکھی سر تو سونے کا وہ رکھتی تھی جو مُورت دیکھی

۲۱ سر کی تعبیر ہیں تو آپ ہے شاہِ بابل، خواب میں بھی تجھے ملا جم کو یہہ جاہِ بابل
ہے کوئی چاہِ زنخ حُسن میں چاہِ بابل ماہِ نخشب سے کہیں بڑھکے ہے ماہِ بابل
رب الافلاک زمیں پہ ہے بڑھاتا تجھ کو اَوجِ اقبال کے اُوپر ہے چڑھاتا تجھ کو

۲۱ جب تُو اِس گردشِ ارضی سے نکل جائیگا دَور اِس دائرۂ دہر پہ اَور آئے گا
شاہ فارس کا اِسے قبضہ میں پھر لائے گا تُجھ سے کم دبدبہ و جاہ و حشم پائے گا
اب زیادہ ہے تو کم رُتبہ جب اِس کا ہوگا نُقرئی سینۂ مُورت سبب اِس کا ہوگا

۲۴۳ شاہِ یُونان سے مغلوب ہو شاہِ فارس   تب ہی یُونان کی جانب رُخ راہِ فارس
تاج یُونان کرے ضبط کُلاہِ فارس   قطع ہو جائے خطِ نُورِ نگاہِ فارس
دیکھ ٹانگیں جو ہیں تانبے کی ہیں مُورت کی   ہو گی یُونان کی یہ سلطنت اس صُورت کی

۲۴۴ لوہے اور مٹی ملے پاؤں ہیں ہے بھید بڑا   ہو گی ایک سلطنت ایسی ہی زمیں پر برپا
اپنی مضبوطی سے کر لیں گی تسلّط ہر جا   اس کے اندر ہو مگر تفرقہ رگڑا جھگڑا
مل کے انسانوں سے وہ آپ کو ممتاز کرے   گردن اندازہ ہو یہ جب کہ سرافراز کرے

۲۴۵ بعد اس کے تجھے خواب میں آیا یہ نظر   بے تراشے ہوئے ہاتھوں کے چلا ایک پتھر
چُور مُورت کو کیا پاؤں سے کھا کر ٹکر   پھر نہ چاندی تھی نہ تانبا تھا نہ وہ سونے کا سر
لوہا اور مٹی ملے پاؤں بھی اب گرد ہوئے   جو کہ کمزوری میں سرگرم تھے سب سرد ہوئے

۲۴۶ سلطنت اور وہ اُس وقت کریگا برپا   شاہ شاہوں کا خداوند خداؤں کا خُدا
تا ابد نیست نہ یہ سلطنت اب ہی اصلا   کوئی قوم اُس پہ نہ قابض ہو ابد تک شاہا
وہ جو ہے سلطنتِ رومہ وہ ثانی بابل   ہو فنا شاہئ مصلوب سے فانی بابل

۲۴۷ کلوری پہ یہ اُسی جنگ کی ہے تیاری   بعدہٗ تین صدی تک جو رہیگی جاری
راز اس میں بھی تھا شمعون بنا بیگاری   پاکے بپتسمہ اُسے اس میں ملی سرداری
لاکھوں عیسائی اسی آگ میں زندہ جلکر   سرد کر دینگے لہو سے اسے آگے چلکر

۲۴۸ پیشتر کوہِ مقدس پہ چڑھے جب ایک بار   کرتے تھے مُوسیٰ و الیاس اسی کی گفتار
جُمعہ کا روز تھا منگل کی کچی تھی تلوار   تن تنہا تھا خُداوند شیاطین ہزار
کاٹھ پر رکھ کے جو کیلوں سے شقی جڑتے تھے   کوہ کا ہلنا تھا دِل پتھر اچھل پڑتے تھے

۲۴ چھائی تھی ظلمتِ ظلم آنکھوں میں بجلی کی طرح — سوجھتا تھا تنِ انساں انہیں لکڑی کی طرح
کاٹھ سے کرتے تھے فٹ اُس کو جو بڑھئی کی طرح — پاکے گوسالہ جٹے تھے وہ قصائی کی طرح
خون کے چھٹتے ہوئے فوارے نظر آتے تھے — خون پر خون کے نظارے نظر آتے تھے

۲۵ نور سے کوہِ مقدس جو بنا شعلۂ طور — کلوری پر شبِ دیجور ہے دن میں وہ ظہور
تھے وہاں موسیٰ والیاس جلو میں مسرور — ہے یہاں بیکسی و بے بسی اس پہ مامور
نہ تو پطرس ہے نہ یعقوب نہ یوحنا موجود — آنکھ پھیلا کے جو دیکھا تو تھا دشمن موجود

۲۶ سب تھے بیدرد فقط دردِ بدن تھا ہمدرد — کیلیں زخموں کی تھیں اور کیلوں کا گھن تھا ہمدرد
چوٹ کا رنج تھا۔ ضربوں کا محن تھا ہمدرد — ایک چھپا منتظرِ گور و کفن تھا ہمدرد
انگلیاں کانوں میں گوشہ میں نہاں بیٹھا تھا — میں ہوں انگشت بدنداں یہ کہاں بیٹھا تھا

۲۷ یوسف ارمتیہ کا باشندہ و مشہور و مشیر — تھا تو شاگرد مگر رہتا تھا شہرت سے پذیر
وہ تو کر سکتا تھا چھٹنے کی مؤثر تدبیر — اُس کی معروض پہ لاش نہ تھی بے تاثیر
چونکہ شہ آں بکند ہر چہ گدا می گوید — حیف باشد کہ زبانش نہ نکو می گوید

۲۸ اب بھی تو ہند میں مصلوب کئے ہیں سو دشمن — بدگماں ہندو میں مسلم بھی ہیں اس سے بدظن
اُن کا منہ پھیلا ہے اور اُن کا کشادہ ہے دہن — اتہاموں کے لگاتے ہیں انہیں کیا ہوں گے گھن
کونسلوں تک ہیں گئے ہم میں سے رسائی جن کی — بدلیں رُخ سامنے رد کر دیں جو کھائی ان کی
لیکن افسوس کہ یوسف کی سی سیرت رکھکر — رکھتے ہیں مادۂ سیہ دل میں ودیعت رکھکر
مؤقت کب کام میں لائینگے مؤقت رکھکر — کچھ تو غیرت ہو مسیحانہ طبیعت رکھکر
طعنِ تحریرِ مخالف جو کبھی ٹوٹتے ہیں — بند گروا کے مسلمان اسے چھوڑتے ہیں

۲۵۵ جبکہ مصلوب اُسے کرتے تھے جلاد شقی — مرد شاگرد تو موجود نہ تھے نام کو بھی
عورتیں آئی تھیں کچھ ہمت مردانہ جو تھی — نالہ کرتی تھیں اور اشکوں کے بہاتی تھیں ندی
مُردے تھے سوتے ہوئے چونک کے جاگ اُٹھے — شورِ محشر تھا بپا شہر کے رُخ بھاگ اُٹھے

۲۵۶ کر لیا کام جڑائی کا جو حدادوں نے — باقی شدت نہ کوئی رہنے دی شدادوں نے
کر لی بیداد جو کر سکتے تھے بیدادوں نے — پھر صلیب اُس کی کھڑی گاڑ دی جلادوں نے
آذاب دیکھ لو تصویرِ مجسم غم کی — سانپ نے کاٹ لی ایڑی پسرِ آدم کی

۲۵۷ مار کر سانپ کا سر یہ ہے اُچھلنے والا — لاکھ چھیں مارے مگر یہ نہیں ٹلنے والا
آ گئے کالے کا چراغ اب نہیں جلنے والا — لیکے دم اس کا ہے دم اُس کا نکلنے والا
چڑھ کے اونچے پہ عجب شان سے آتا وہ ہے — شادیانے اسی نوبت کے بجاتا وہ ہے

۲۵۸ تھا خلاف اپنے شریعت کا جو یہ دستاویز — اس میں فتوے لکھا تھا بڑا قاتل و خونی خونریز
تھا یہ داورِ محشر میں قلم کار درِ تیز — جس سے بچتی جائے مفر اور نہ کوئی راہِ گریز
کاٹھ پر اُس کو جڑا کیلوں سے اُس نے چڑھ کر — کیوں قدم اُس کے نہ لوں سر سے میں آگے بڑھ کر

۲۵۹ تھا یہ پینے کو پیالہ غمِ عالم سے بھرا — درد و رنج سے تکلیف سے ماتم سے بھرا
صبر سے حلم سے برداشت کے دم خم سے بھرا — طعن کے نیزوں سے تشنیع کے بلّم سے بھرا
بھر دیا اپنے لہو سے اُسے خالی کر کے — ہم میں آبِ حیات اُس سے ابھی ہیں بھر کے

۲۶۰ ٹوکے جب ٹھونکتے تھے ہاتھوں میں کیلیں اعدا — کی تھی درخواستِ معافی عوضِ واویلا
ای خداوند یہی فیض ہمیں بھی ہو عطا — تاکہ اعدا کے لئے ہم بھی کریں دل سے دعا
گو یہ آئین عمل میں تو ہے آسان نہیں — ہم میں پیدا ہوا ایسا مگر ایمان نہیں

٢٦١ دُکھ کی شدّت ہوئی محسوس ہُوا درد شدید ۔۔۔ تھا جو برداشت سے زائد نہ ہُوا صبر مزید
تیرگی چھاگئی سُورج نہ تھا اب قابلِ دید ۔۔۔ بولا چلّا کے خداوند مسیح ابنِ وحید
ایلی ایلی لما سبقتنی کا غم سہتا ہُوں ۔۔۔ کیوں مجھے چھوڑ دیا میرے خدا کہتا ہُوں

٢٦٢ اے خدا باپ سے چھوڑے ہوئے ناکردہ گناہ ۔۔۔ کالی بھادوں کی ہے شب آج تجھے فرسیاہ
تُو گنہ ٹھہرا ۔ نہ تھا گو کہ گنہ سے آگاہ ۔۔۔ پھیر لی دیدۂ مُنصف نے ترے رُخ سے نگاہ
پہلے سب چھوڑ چکا آپ بھی اب چھوٹا ہے ۔۔۔ دونوں ہاتھوں سے عدالت نے تجھے لُوٹا ہے

٢٦٣ ایخداوند ان آفات میں آنے کے سبب ۔۔۔ باپ سے ترک شُدہ کر دیئے جانے کے سبب
رُوئے پُر نُور نگاہوں سے چھپانے کے سبب ۔۔۔ کوئی تسکین اس آفت میں نہ پانے کے سبب
اپنے نالوں کے سبب اپنی ہی آہوں کے سبب ۔۔۔ چھوڑ دینا نہ مجھے میرے گناہوں کے سبب

٢٦٤ بعض حالات میں تشویش و تفکر کے سبب ۔۔۔ بعض حالات میں کچھ کبر و تکبر کے سبب
بعض حالات میں بے سُود تصوّر کے سبب ۔۔۔ بعض حالات میں شیخی و تفاخر کے سبب
سب کچھ ابلیس کے ہاتھوں سے لُٹا جاتا ہُوں ۔۔۔ خود کو میں دستِ مُبارک سے چُھٹا جاتا ہُوں

٢٦٥ چھوڑ جانے کے تو خطرات سے آگاہ ہے تُو ۔۔۔ پست شاگردوں کے حالات سے آگاہ ہے تُو
احتیاجات سے حاجات سے آگاہ ہے تُو ۔۔۔ جن میں پڑتے ہیں اُن آفات سے آگاہ ہے تُو
کیسے ہی تیر چھپے ہوں ۔ کام آڑے میں آسکتا ہے ۔۔۔ نہ بچا آپ مگر ہم کو بچا سکتا ہے

٢٦٦ یُوں تو مجمع تھا کہ تھی خیر بشر کی تصلیب ۔۔۔ ماں تھی حاضر ہوئی جب اُس کے پسر کی تصلیب
آنکھوں سے دیکھتی تھی نُورِ نظر کی تصلیب ۔۔۔ کیوں نہ دل ٹکڑے ہو تھی لختِ جگر کی تصلیب
دیکھ کر ماں کو محبّت کی یہ عادت دیکھو ۔۔۔ بندوبست اُس کا کیا اُس کی سعادت دیکھو

۲۶۷ ہم میں کتنے ہیں جو ماں باپ کے ہیں نا فرمان — مانتے ہی نہیں بدبختی سے اُن کے احسان
دے ہیں اپنا مزاج و دہن و کام و زبان — بولیں تعظیم سے خدمت بھی کریں دل و جان
یُوں ملے عمر درازی سے ہیں بہرہ وری — نسل آئندہ کبھی مانیگی حقوقِ پدری

۲۶۸ آگ زخموں کی جلاتی تھی مگر جسم تھا سرد — خوں ہے سُرخ مگر خون جھلس جانے سے زرد
مُنہ میں اینٹھی جو زباں ہو نہ سکی ثنائی درد — حملہ آور ہوئی اب تشنگیٔ مردِ نبرد
بولا ہونٹھوں پہ دم آتا ہے پیاسا ہُوں میں — خشک تالُو ہُوا جاتا ہے پیاسا ہُوں میں

۲۶۹ سر دیا برف ملا پیتے ہیں پانی جب ہم — یاد آتا ہے کبھی بھول کے اُس پیاس کا غم
اجر جو ایک پیالہ کا دے از راہِ کرم — اُس کو ایک گھونٹ بھی پانی نہ ملا ہائے ستم
پانی بیکار گیا کام میں آیا سرکہ — تُرش و سرکہ جبینوں نے پلایا سرکہ

۲۷۰ ظالموں نے نہ دیا ایک بھی کیوں بھر کے گلاس — آگ بھڑکی تھی کلیجہ کی بجھا دی پیاس
دیتا وہ آبِ بقا آتے اگر اُس کے پاس — کیسے تخفے کفر منش کیسے تھے بے پیر اُناس
بڑھکے اُس پانی سے رُوحِ لقا پیاسا تُو ہے — ہم میں پیدا ہو پیاس اُس کی جو تجھ میں خو ہے

۲۷ ایک دو تین گنہگاروں میں کرنے کو شمار — اَور دو چور بھی لٹکائے یمین اور یسار
ایک کہتا تھا اگر آپ بھی ہم کو بھی اُتار — دُوسرا کہتا تھا خاموش ہو اے خستہ و خوار
ہم میں بد بننے کی ہر ایک سزا پاتا ہے — وہ مگر ہوتے ہوئے نیک سزا پاتا ہے

۲ مُبتلائے غم و آلام مصائب ہو کر — دِل سے شرمندۂ اقسام معائب ہو کر
اپنے بد کردہ افعال سے تائب ہو کر — عرض کی اُس نے مسیحا سے مخاطب ہو کر
یاد کر مجھکو جلالی میں بنوں تیرے ساتھ — بولے فردوس میں آج ہی تُو میرے ساتھ

اے شفیع دو جہاں قادرِ مطلق تُو ہے
عین کمزوری میں ہاں قادرِ مطلق تُو ہے

زخموں سے خوں ہے رواں قادرِ مطلق تُو ہے
جاں بلب غم بداماں قادرِ مطلق تُو ہے

تیرا ساتھی جو تھا پست ایسا چڑھا اُونچے پر
کیا اِسی چور کی خاطر تُو چڑھا اُونچے پر؟

آپ بچتا تو بھلا اُس کو بچاتا کیسے
تُو جو اِس راہ نہ جاتا تو یہ آتا کیسے

چور یہ تھا تو اُسے ساہ بناتا کیسے،
ساتھ اپنے اُسے فردوس میں لاتا کیسے

تجھ سے فردوس میں پاتے ہیں تائب ہو کر
ہم کو بھی ساتھ لے ہم آتے ہیں تائب ہو کر

جو کہ ہونے تھے شریعت کے تقاضے پُورے
تھا عدول اُس کی عدالت کے تقاضے پُورے

درد کے دُکھ کے مصیبت کے تقاضے پُورے
باپ کی عام محبت کے تقاضے پُورے

کر دیئے تُو نے دی آواز "ہُوا اب پُورا"
کیا پُر اُمید تھی آواز "ہُوا اب پُورا"

بسکہ دُشوار تھا اور سخت نہیں اِس میں کلام
مَوت پر کام کے آغاز کا پہنچا انجام

ہم تھکے ماندوں کو آرام کا بخشا اِنعام
اور کچھ اِس کے عوض ہم کو سُنائے احکام

اس محبت کی شریعت پہ عمل ہم بھی کریں
کہہ سکیں ہم بھی کہ اب پُوری ہوئی جبکہ مریں

جتنا کرنا تھا کیا کر کے الم چھوڑ دیا
کھالیا کھانے جو کھانے کو تھا غم چھوڑ دیا

سہہ لیا سہنے کو تھا سہہ کے ستم چھوڑ دیا
سَونپ کر رُوح خُدا باپ کو دم چھوڑ دیا

چاک ہے پردۂ ہیکل ہو گریباں بن کر
پھاڑ اِس غم سے جگر گوشۂ داماں بن کر

ہو گیا ماتم مصلوب میں سورج بھی سیاہ
نُور نے نیّرِ اعظم کے لی ظلمات کی راہ

بحرِ اسود کی یہ رَو رُوئے زمیں تھی اِتھاہ
ڈوب کر پھر نہ اُچھلتی تھی اُچھالے سے نگاہ

کوہ لرزاں تھی زمیں صدمۂ غم سے دیکھا
کُھل گئیں قبریں اُٹھے مُردہ عدم سے دیکھا

۲۷ دیکھو وہ کون چلا آتا ہے با دیدۂ نم | جس کے ہمراہ کچھ اشراف ہیں اور خیلِ خدم
روشناس اس سے نہیں اس کو نہیں جانتے ہم | کاغذ ایک ہاتھ میں جس کے ہیں یہ الفاظ رقم
حکم ہے جانچ کے جب شک کا ازالہ کردو | لاش مصلوب کی یوسف کے حوالہ کردو

۲۸ ایک سپاہی کو یہ افسر سے ملا حکم - ابھی | دیکھ بھال اس کی کرے مار کے بھالے کی انی
تاک کر اس نے جو مصلوب کی پسلی چھیدی | پھٹ گیا دل لہو پانی ملی دھار اس سے بہی
چڑھ گیا حکم تو پھر لاش اتروائی گئی | باغِ یوسف میں جہاں قبر تھی پہنچائی گئی

۲۹ خفیہ شاگرد تھا ایک اور جو اکثر چھپ کے | ملتا تھا منجی سے کہتے تھے نقیدیمس اسے
آگیا وقت پہ خوشبوئیاں کچھ ساتھ لئے | مل کے تب غسل دیا دفن کیا دونوں نے
مہریں پتھر پہ فریسیوں نے کروادی تھیں | پہرہ چوکی کے لئے چوکیاں بٹھا دی تھیں

۳۰ زندگی ہو تو وہ پتھر کو بھی کھا جاتی ہے | کرلے ہضم اینٹ تو کنکر کو چبا جاتی ہے
ہر طریق اپنے لئے راہ بنا جاتی ہے | روکے رکتی نہیں روکوں کو ہٹا جاتی ہے
اینٹ پتھر کی عمارات پہ اگتے ہیں درخت | کیا ہے ہملایہ ارارات پہ اگتے ہیں درخت

۳۱ تیسرے دن سحر اتوار کی آیا بھونچال | زندگی نے دیا پتھر کو لحد پر سے اچھال
پہرہ والوں کو غش آیا ہوئے مردہ کی مثال | کہہ دیا جا کے فریسیوں سے سچ سچ احوال
کہہ دو ان پاگلوں نے جھوٹ سکھایا سب کو | لاش اٹھالے گئے شاگرد چرا کر شب کو
تڑکے پو پھٹتے ہوئے تھی نہ ابھی تیرگی کم | مگدلینی جسے کہتے ہیں وہ آئی مریم
دہنِ قبر کھلا دیکھ کے بولی ایک دم | کیا ہوئی لاش خداوند کی اے وائے ستم
رونے سے رک کے جو دیکھا تو فرشتے دیکھے | قبر میں جھک کے جو دیکھا تو فرشتے دیکھے

۲۸ اُس کو آہٹ جو ملی دیکھا جو پیچھے ہٹ کر   گو نہ پہچانا مگر آیا خداوند نظر
پوچھا کیوں روتی ہے؟ بولی کہ نہیں مجھ کو خبر   لے گئے میرے خداوند کے لاشہ کو کدھر؟
بولے تب آپ کہ "مریم"۔ تو وہ پہچان گئی   بولی "ربونی"! خداوند کو جب جان گئی
۲۸ پھر اُسی روز سرِ شام تھے شاگرد جہاں   بند دروازہ کئے خوف سے لرزاں و نہاں
رونق افروز ہوئے آپ بھی اِس طرح وہاں   جیسے انساں کی نظر شیش محل میں ہو رواں
سدِّ رہ مادی شے کیا ہو جلالی کے لئے   ایک تھی! تہ و دانہضتِ عالی کے لئے
۲۸ ایک شب جھیل پہ شاگرد گئے بہرِ شکار   لیکن ان کو نہ ملا کچھ بھی رہے ہمتیں ہار
صورتِ نورِ سحر صبح کو اب تیسری بار   اپنے شاگردوں کو منجی نے دکھایا دیدار
پوچھا کچھ کھانے کو ہے پاس تمہارے کہ نہیں؟   بولے وہ رات کے جاگے ہوئے ہارے کہ "نہیں"
۲۸ سُن کے شاگردوں سے تب بحرِ کرم یوں بولے   جال ڈالو تو ذرا دہنی طرف کشتی کے
جال جب ڈالا خداوند کے فرمانے سے   مچھلیاں پھنس گئیں اتنی کہ وہ نہ کھینچ سکے
تب تو شاگردوں نے بھی جانا خداوند ہے یہ   دیکھ کر معجزہ پہچانا خداوند ہے یہ
۲ لائے وہ کھینچ کے ساحل پہ بمشکل کشتی   گہری تھی قدرتِ منجی کی ندی تھا دی
ڈوبی دریائے تحیر میں خرد تھی۔ اچھلی   آشنائی کی شناسائی نے منجی سے یہی
کھانا پھر کھایا خداوند کے ہمراہ وہاں   سیر و آسودہ ہوئی بھوک کی جو بھی چاہ وہاں
۲ یونہی چالیس دن اس دنیا میں تھا اُس کا قیام   گاہے شاگردوں میں تھی اُس کی سحر گاہے تھی شام
گاہ برکت دی اُنہیں گاہ کیا اُن کو سلام   زخم بھی اپنے دکھائے کہ نہ لیں شُبہ کا نام
آسماں پر وہ اُٹھا لوٹ کے آنے کے لئے   دے گیا حکم اُنہیں انجیل سنانے کے لئے

۲۹ ہم اُسی زندۂ جاوید کی دیتے ہیں خبر — کیسے ہی سخت ہوں اِن ہندو و مُسلم کے جگر
زندگی سے ہم اُچھالینگے یہ بھاری پتّھر — پہرہ والوں کی طرح سچ کو نہ بدلیں بے زر
یادِ مصلوب کو بُھولیں نہ کسی مشکل سے
مِنّتِ خستہ جگر کی یہ دُعا ہے دِل سے

منّت (گھنراجپوری)

ختم شُد

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں مسٹر ایف نجم الدین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

اشتہار کُتب

سلسلہ سلک مروارید

(۱) خداوند کی دُعا اور سُورہ فاتحہ ص ۲۰ ۱ر۳ پائی
(۲) قُرآن و ابن اللہ ص ۱۶ ۹ پائی
(۳) خداوند مسیح کی صلیبی موت ص ۱۶ ۹ پائی
(۴) قبلہ و نماز۔ ص ۱۴ ۹ پائی
(۵) قادیانی محاسب ص ۲۴ ۱ر۶ پائی
(۶) مسیحیت کی خصوصیت ص ۱۶ ۹ پائی
(۷) مرزا غلام احمد کے فرزند کی وفات ص ۱۲ ۶ پائی
(۸) شہابِ ثاقب ص ۲۰ ۱ر۳ پائی

ان ۸ ٹریکٹوں کو سلکِ مروارید کے نام سے کتابی صورت میں ۳۲ پونڈ ولایتی کاغذ پر بھی چھاپا گیا ہے۔ سرورق رنگین اور چکنا ہے اور فاضل مصنف کی تصویر بھی شاملِ کتاب ہے ص ۱۱۲ ۱۰ر

تصانیف خواجہ

عالمگیر مذہب ص ۳۶ سرورق چکنا اور ڈیڈ زیب ۳ر
محمد عربی و مسیح ناصری ص ۸۸ تقطیع ۲۰×۲۶ ۸

نہایت دلچسپ اور عالمانہ کتاب ہے۔ ۱۲ر
موازنۂ انجیل و قرآن (زیرِ طبع)

مطبوعات الیف نجم الدین اختر

مقررہ وقت۔ آمدِ ثانی پر ایک پُر از معلومات رسالہ۔ ص ۹۶۔ سرورق رنگین ۶ر
خفیہ شاگرد۔ یہ ٹریکٹ بڑی تعداد میں تقسیم کئے جانیکے قابل ہے ص ۱۶ دوسری ایڈیشن ۶ پائی
فریادِ منتظر۔ آمدِ ثانی پر مولوی صفدر علی مرحوم کی ایک دلسوز نظم۔ آسمانی رنگ میں لائتی کاغذ پر چھپی ہے ص ۱۶ سرورق رنگین ۱ر۶ پائی
نیک سامری۔ پادری واعظ کا مسدس اور مثنوی معہ تصویر (بچوں کے لئے) ص ۱۶ سرورق رنگین خطِ جلی ...... ۱ر۶ پائی
ذکر مصلوب (مسدس) از جناب منت۔ ص ۵۲ ۴ر
ستم نامان (نظم) ص ۱۶ (زیرِ طبع) ۱ر
مولودِ مقدس (نظم) ص ۳۲ ...... ۳ر
یوسفستان (قصۂ یوسف) منظومہ منت ۱ر۶ پائی

ملنے کا پتہ { پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انار کلی۔ لاہور۔
نارتھ انڈیا ٹریکٹ سوسائٹی الہ آباد۔